ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
43
www.tanzeem.org
4 تا 10 صفر المظفر 1437ھ/17 تا 23 نومبر 2015ء

اس شمارے میں

نوشتۂ دیوار

زلزلے کیوں آتے ہیں......؟
سائنس اور اسلام کا نقطۂ نظر

علمائے کرام کے نام
امیر تنظیم اسلامی کا کھلا خط

اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو

چہرے کا پردہ: واجب یا مستحب؟

اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے خلافت کا وعدہ

سودی نظام کے خاتمہ کی جدوجہد

مُسلم ممالک کے عوام اور حکمران

”جب حکمرانوں کو عوام کی حمایت‘ اُن کی قربانی اور اُن کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ مذہبی نعروں کے ذریعۂ اللہ کے نام کی بلندی اور اسلام کی سربلندی‘ احکامِ خداوندی کے اجرا‘ کا لالچ دے کر عوام کی حمایت حاصل کرتے ہیں اور جب ملک وقوم کی قسمت ان سیاسی رہنماؤں کے ہاتھ آجاتی ہے تو انہیں ملک وقوم کو مغربیت اور سیکولرازم کی راہ پر ڈالنے اور اسلامی قوانین کی ترمیم وتنسیخ کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے قربانیاں دی ہوتی ہیں‘ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انہوں نے شاید قربانیاں دے کر غلطی کی ہے۔ یہ اسلامی ممالک کی ایک مسلسل تاریخ ہے جو بلا استثناء تمام اسلامی ممالک میں دہرائی جاتی ہے“۔

”آج جس چیز کو یورپ نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور اُن کمزوریوں کے باوجود جن کے ساتھ کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی‘ وہ نہ صرف زندہ ہے‘ بلکہ برسرِ اقتدار ہے‘ وہ شہری زندگی کی ذمہ داری کا احساس اور اور سیاسی شعور ہے۔ یورپ اور امریکا کا اخلاقی بگاڑ انفرادی دائروں میں محدود ہے۔ وہاں آپ کو ایسے لوگوں کی مثالیں شاذ ہی ملیں گی جو قومی خیانت کا ارتکاب کرتے ہوں یا اپنے ملک کو سستے داموں فروخت کر ڈالتے ہوں یا جو حکومت کے اسرار فاش کر دیتے ہوں‘ یا خراب و ناکارہ اسلحہ اور ذخیرۂ جنگ کی خریداری کے مُجرم ہوں‘ جبکہ مسلم ممالک کے قائدین اور اہلِ اقتدار سے کچھ بعید نہیں کہ وہ کبھی اپنے کسی حقیر فائدے یا لذّت وخواہش کے ماتحت اپنے ملک کو رہن رکھ دیں یا اُس کا بیع نامہ لکھ دیں یا اپنی قوم کو کسی ایسی جنگ میں جھونک دیں جو اُس کی مرضی ومصلحت کے خلاف ہو۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ قوم اس کے باوجود اُن کی قیادت کا جھنڈا لے کر چلتی رہے“۔

ان حالات کی تبدیلی کے لیے کسی سربراہ حکومت‘ بادشاہ‘ صدر یا وزیر اعظم کی تبدیلی کوئی اہمیت نہیں رکھتی‘ بلکہ اصل کام یہ ہے کہ قوم کا ضمیر اور شعور اتنا بیدار ہو جائے کہ وہ کسی غلط چیز اور مجرمانہ فعل کو کسی حالت میں اور کسی شخص کے لیے برداشت نہ کرے:

بدلنا ہے تو مے بدلو نظامِ مے کشی بدلو　　فقط پیمانہ وساغر اگر بدلا تو کیا بدلا

مولانا سید ابوعلی حسن ندوی

الھدیٰ (680)

اللہ نے لوگوں کا احاطہ کیا ہوا ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ بنی اسرائیل — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت:60

وَاِذۡ قُلۡنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَۃَ الۡمَلۡعُوۡنَۃَ فِی الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُہُمۡ ۙ فَمَا یَزِیۡدُہُمۡ اِلَّا طُغۡیَانًا کَبِیۡرًا ﴿۶۰﴾

آیت ۶۰ ﴿وَاِذۡ قُلۡنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ﴾ ''اور جب ہم آپؐ سے کہتے ہیں کہ آپؐ کے رب نے لوگوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔''

قرآن حکیم کی بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے' مثلاً: ﴿وَّاللّٰہُ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ مُّحِیۡطٌ ﴿۲۰﴾﴾ (البروج) ''اور اللہ ان کا ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے''۔ یہ لوگ جب ایسی آیات سنتے ہیں تو ڈرنے کی بجائے فضول بحث پر اتر آتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہاں ہے اللہ؟ ہمارا احاطہ کیوں کر ہوا ہے؟

اگر فلسفیانہ پہلو سے دیکھا جائے تو اس آیت میں ''حقیقت و ماہیتِ وجود'' کے موضوع سے متعلق اشارہ پایا جاتا ہے جو فلسفے کا مشکل ترین مسئلہ ہے اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا نہیں ہے۔

﴿وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ﴾ ''اور نہیں بنایا ہم نے اس مشاہدے کو جو ہم نے آپؐ کو دکھایا تھا مگر ایک فتنہ لوگوں کے لیے''

یہاں پر لفظ ''رؤیا'' خواب کے معنی میں نہیں آیا بلکہ اس سے رُویت بصری مراد ہے۔ انسان اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھتا ہے اس پر بھی ''رؤیا'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں حضور ﷺ کو جو مشاہدات کرائے تھے اور جو نشانیاں آپ ﷺ کو دکھائی تھیں اُن کی تفصیل جب کفارِ مکہ نے سنی تو یہ معاملہ ان کے لیے ایک فتنہ بن گیا۔ وہ نہ صرف خود اس کے منکر ہوئے' بلکہ اس کی بنیاد پر وہ مسلمانوں کو اُن کے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔

﴿وَالشَّجَرَۃَ الۡمَلۡعُوۡنَۃَ فِی الۡقُرۡاٰنِ ؕ﴾ ''اور اُس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت وارد ہوئی ہے۔''

اسی طرح جب قرآن میں زقوم کے درخت کا ذکر آیا اور اس کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ اس درخت کی جڑیں جہنم کی تہہ میں ہوں گی (الصافات:۶۴)

﴿وَنُخَوِّفُہُمۡ ۙ فَمَا یَزِیۡدُہُمۡ اِلَّا طُغۡیَانًا کَبِیۡرًا ﴿۶۰﴾﴾ ''اور (ان باتوں سے) ہم تو انہیں تنبیہہ کرتے ہیں مگر یہ تنبیہہ ان کی سرکشی ہی میں اضافہ کیے جا رہی ہے۔''

قرآن میں یہ سب باتیں انہیں خبردار کرنے کے لیے نازل ہوئی ہیں' مگر یہ ان لوگوں کی بدبختی ہے کہ اللہ کی آیات سن کر ڈرنے اور ایمان لانے کی بجائے وہ مزید سرکش ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی سرکشی میں روز بروز مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

فرمان نبویؐ

اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ ﷺ: ((اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَاَمۡوَالِکُمۡ، وَلٰکِنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَاَعۡمَالِکُمۡ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکل و صورت اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں پر نگاہ رکھتا ہے۔''

تشریح: انسان کا تمام تر شرف و کمال علم و عمل میں ہے نہ کہ مال و دولت میں۔ اس کی قدر و منزلت حسن سیرت میں ہے کہ نہ حسن صورت میں۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا ہے تو گویا اس کے دل میں ایمان کا بیج بویا جاتا ہے اور عمل صالح سے وہ برگ و بار لاتا اور پھلتا پھولتا ہے اور تب وہ سدا بہار نخل کی طرح لہلہاتا ہے جس سے وہ خود بھی تر و تازہ رہتا ہے اور اس سے اللہ کی دوسری مخلوق بھی فیض یاب ہوتی رہتی ہے۔ دنیا میں اچھے انسانوں کے جینے کا مقصد یہی ہے کہ ایک طرف رب تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کریں تو دوسری طرف اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں جس کے صلہ میں دنیا و آخرت کی سرفرازیاں انہیں نصیب ہوتی ہیں۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4 تا 10 صفر المظفر 1437ھ جلد 24
17 تا 23 نومبر 2015ء شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوشتۂ دیوار

مذہبی گھرانے سے تعلق رکھنے والے اور اسلامی جمہوری اتحاد (I.J.I) کو سیڑھی بنا کر ایوان اقتدار میں داخل ہونے والے میاں محمد نواز شریف جو تیسری بار ملک کے وزیراعظم بن کر پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک ریکارڈ قائم کر چکے ہیں، اُنہوں نے ایک فورم میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''The future of the nation lies with democratic and liberal Pakistan'' یعنی قوم کا مستقبل جمہوری اور لبرل پاکستان سے وابستہ ہے۔ اس سے پہلے وہ سیفما کے فورم پر گفتگو کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ہندو اور مسلمان ایک ہی خدا کو پوجتے ہیں، اُن کی زبان ایک ہے، اُن کی بود و باش یعنی رہن سہن ایک جیسا ہے، اُن کی ثقافت ایک ہے۔ ایک لکیر ہے جو بھارت اور پاکستان کے درمیان کھینچ دی گئی ہے۔ گویا قائداعظم نے یہ لکیر کھینچنے کے لیے جو بنیادیں قائم کی تھیں یا قیام پاکستان کے لیے جو جواز پیش کیے تھے اس تقریر میں ایک ایک کا نام لے کر یہ بنیادیں ڈھا دی گئیں اور وہ دلائل جو اُنہوں نے تحریک پاکستان کے دوران دیئے تھے سب کی نفی کر دی گئی۔ علاوہ ازیں مشرقی پنجاب (بھارت) کے وزیراعلیٰ لاہور تشریف لا کر وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی موجودگی میں یہ کہہ چکے ہیں کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کھینچی گئی لائن کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس ہفتہ کے دوران دیوالی کے موقع پر ہندوؤں کے ایک اجتماع میں گفتگو کرتے ہوئے وزیراعظم یہ کہہ چکے ہیں کہ مجھے اپنی اُس تقریب میں مدعو کریں جس میں آپ ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں (ہولی) اور مجھ پر بھی رنگ پھینکیں۔ دوسری طرف 1997ء میں جب میاں نواز شریف کو اسمبلی میں دو تہائی اکثریت حاصل ہوئی تھی تو اُنہوں نے اپنے والد محترم کی موجودگی میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے اس مکمل اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ایک سال میں ملک سے سودی معیشت کا خاتمہ کر دیں گے۔ پھر یہ کہ میاں نواز شریف ہر رمضان کا آخری عشرہ حرمین میں گزارتے ہیں۔ یہ سب وہ تفصیلات ہیں جو اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اور مصدقہ ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ انتہائی معتبر اور قابل اعتماد ذرائع کے مطابق جب صدر پرویز مشرف نے اُنہیں جبری طور پر جلاوطن کر دیا تھا تو خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ میں بہت سے لوگوں کی موجودگی میں اُنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اب اگر اللہ نے اُنہیں موقع دیا تو وہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کریں گے۔ حال ہی میں جنگ گروپ سے منسلک مشہور و معروف صحافی انصار عباسی نے ایک کالم میں انکشاف کیا ہے کہ وزیراعظم نواز شریف، وزیر خزانہ اسحاق ڈار اور موجودہ ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بینک سعید احمد نے 2013ء میں رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر باقاعدہ یہ طے کیا تھا کہ وہ پاکستان میں سودی معیشت کا خاتمہ کر دیں گے۔ لیکن گزشتہ اڑھائی سال میں حکومت نے بلاسود بینکاری کی طرف رتی بھر پیش قدمی نہیں کی۔

میاں نواز شریف 1981ء میں جنرل ضیاالحق کا ہاتھ تھام کر سیاست میں داخل ہوئے۔ اُن کے

مارشلائی دور میں پنجاب کے وزیرِ خزانہ بنے اور اُس کے بعد آج تک دو مرتبہ وزیر اعلیٰ اور تین مرتبہ وزیر اعظم بن چکے ہیں۔ لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر چلانے میں وہ کمال مہارت رکھتے ہیں۔ پاکستان میں فرقہ واریت گہری جڑیں رکھتی ہے۔ اہلحدیث اور بریلوی کبھی ایک دوسرے کے قریب آنے کو تیار نہیں ہوتے لیکن اہلحدیث رہنما سینیٹر پروفیسر ساجد میر اور جامعہ نعیمیہ کے راغب نعیمی دونوں اُن کے سپورٹرز ہیں۔ اہل تشیع کے کئی گروہوں سے اُن کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ سپاہ صحابہ بھی اُن کے گُن گاتے تھے۔ دیو بندیوں کے سرخیل مولانا فضل الرحمٰن اُن کے قریب ترین ساتھیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ روس سے خصوصی تعلقات رکھنے والے اچکزئی جیسے قوم پرست لیڈر قومی اسمبلی میں برملا اعلان کرتے ہیں کہ میں دو شریفوں میں سے سویلین شریف کے ساتھ ہوں، فوجی شریف کے ساتھ نہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو جب پھانسی چڑھے تو اہل لاہور اچھی طرح جانتے ہیں کہ شریف فیملی نے مٹھائی تقسیم کی تھی۔ وزیر اعظم بے نظیر کو سکیورٹی رسک قرار دیا گیا۔ عوامی اجتماع میں کہا گیا کہ پیپلز پارٹی کا نام سن کر میرا خون کھول جاتا ہے۔ آج پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کہلاتی ہے لیکن لیڈر آف دی اپوزیشن جناب خورشید شاہ وزیر اعظم میاں نواز شریف کے صدقے واری جا رہے ہیں۔ اسے پاکستان کی جمہوری سیاست میں انتہائی انوکھا واقعہ کہا جا سکتا ہے۔ سابق صدر زرداری تھوڑا بہت غصہ نکال لیتے ہیں لیکن دل و جان سے نواز شریف کے ساتھ ہیں۔ میاں نواز شریف پنجابیوں کے ہیرو ہیں لیکن پنجابیوں سے اللہ واسطے کا بیر رکھنے والے اسفندیار ولی خان اُن کے دست و بازو ہیں اور میاں نواز شریف کے دشمن عمران خان کو اپنا دشمن گردانتے ہیں۔ صحافت ریاست کا چوتھا ستون ہے۔ صرف ایک صحافی کی مثال کافی ہوگی۔ نجم سیٹھی جو نظریات کے اعتبار سے کٹر سیکولر ہیں اُنہیں آپ نے اپنے اولین دور میں گرفتار کیا اور ذلیل و خوار کیا لیکن پھر بھی وہ آج آپ کے قدموں میں پھول نچھاور کرتا ہے اور آپ کی حمایت میں صفِ اول میں کھڑا ہے۔ میاں صاحب جب سیاست میں آئے تھے تب بھی وہ صنعت کار تھے لیکن اُن کا کاروبار صرف پاکستان میں تھا، آج اُن کا کاروبار مشرق وسطیٰ میں بھی ہے اور مغرب میں بھی ہے۔ اس وقت وہ لندن میں سرمایہ کاری کرنے والے تیسرے سب سے بڑے ایشیائی ہیں۔

ہم نے یہ سارے حقائق میاں صاحب کے سامنے یاد دہانی کے لیے رکھے ہیں کہ وہ غور فرمائیں کہ اللہ نے کس طرح اُنہیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ انہیں کیسے کیسے مواقع فراہم کیے ہیں' حوادث زمانہ سے انہیں کیسے کیسے بچایا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اپنے پہلے دورِ حکومت میں چیف آف آرمی سٹاف آصف جنجوعہ سے اُن کی کشیدگی کس حد تک بڑھ گئی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی وقت بھی آرمی چیف کوئی قدم اٹھا سکتا ہے کہ اچانک صحت مند و توانا آصف جنجوعہ کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ اس وقت سول اور فوجی قیادت میں کشیدگی اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ آصف جنجوعہ کے ورثاء نے میاں نواز شریف پر یہ الزام عاید کر دیا تھا کہ اُنہیں زہر دے کر مارا گیا ہے۔ میاں صاحب غور فرمائیں! آپ دینی جماعتوں کے ساتھ مل کر اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں اور ایوان اقتدار میں داخل ہو جاتے ہیں۔ آپ پاکستان میں اپنے والد کی معیت میں ایک درویش کی مجلس میں بیٹھ کر سود ختم کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ یہ وعدہ اللہ کے گھر اور مسجد نبوی میں دہراتے ہیں، لیکن نہ صرف یہ کہ سود کے خاتمے کے لیے ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے بلکہ یو بی ایل کے ذریعہ سے اس تاریخی فیصلے کے خلاف اپیل میں چلے جاتے ہیں جس میں بنک کے سود کو قرآن کے ربا کا ہم معنی قرار دے کر حرام مطلق ڈیکلیئر کیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ اگر حقائق پر مبنی ہے تو پھر ذرا سوچیے! ذرا غور فرمائیں کہ اتنی صلاحیتوں سے نوازے جانا اور اتنے مواقع کا فراہم ہونا' کہیں یہ ڈھیل تو نہیں دی جا رہی' کہیں یہ رسی تو دراز نہیں ہو رہی، یہ آزمائش تو نہیں ہے' جس میں آپ مسلسل فیل ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا' انسان خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ جب وہ اللہ کے فضل اور اس کی نوازشات کو اپنا استحقاق سمجھنے لگتا ہے، جب یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ میں اللہ کا پسندیدہ ہوں' تبھی تو یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ انسان مکڑی کی طرح خود اپنے گرد جال بُن لیتا ہے۔ فرد ہو یا گروہ، جب یہ روش اختیار کر لیتا ہے تو بالآخر رب العالمین کی گرفت میں آ جاتا ہے جو اپنی شدت کے حوالہ سے کوئی نظیر نہیں رکھتی۔ وہ غفور و رحیم بھی ہے، لیکن جبار اور قہار بھی ہے۔ اُس کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ ہاں البتہ جب تک زندگی ہے' جب تک موت کے آثار واضح نہیں ہو جاتے' توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ رجوع کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً وہ غفور و رحیم ہے بشرطیکہ توبہ کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے توبہ کی جائے۔ میاں صاحب احساس کیجیے! شدید خطرہ صرف آپ کے نہیں، ساری شریف فیملی کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ یہ سیاسی تجزیہ نہیں، تاریخ کا سبق ہے جو ہم آپ کے سامنے دہرا رہے ہیں۔ نوشتہ دیوار کو پڑھیں اور اُس کا تدارک کریں۔ آنکھیں بند کر لینے سے خطرہ ٹلا نہیں کرتا۔ ہماری یہ گزارشات بہت کڑوی کسیلی ہیں۔ آپ کے منہ کا ذائقہ یقیناً خراب ہوگا لیکن یاد رہے دوائی ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے اور پلانے والا خیر خواہ ہوتا ہے جبکہ خوشامدی محض اقتدار کے پجاری ہوتے ہیں جو خطرہ محسوس کرتے ہی کشتی سے چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ اللہ کی پناہ حاصل کریں تو وہ آپ کو دنیا اور آخرت میں کامیاب کرے گا۔ ان شاء اللہ!

☆☆☆

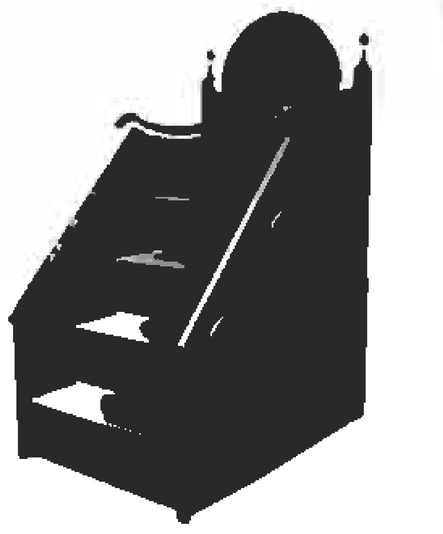

زلزلے کیوں آتے ہیں......؟

سائنس اور اسلام کا نقطۂ نظر

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 30 اکتوبر 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاہد

''زلزلے کیوں آتے ہیں؟'' یہ موضوع آج کل سب سے زیادہ زبان زدِ خاص و عام ہے۔ مذہبی اور دینی طبقہ توجہ دلا رہا ہے کہ انسان کو جگانے اور بیدار کرنے کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ دوسری طرف سیکولر طبقہ مذاق اڑاتے ہوئے مختلف قسم کی باتیں کر رہا ہے کہ یہ تو ایک سائنسی معاملہ ہے اور یہ واقعات قوانین قدرت کے تحت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس کا انسانوں کے اچھے یا برے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر ان کی طرف سے بہت سے سوالات داغے جاتے ہیں کہ یہ مصیبتیں زیادہ تر مسلمانوں پر اور بالخصوص غریبوں پر ہی کیوں آتی ہیں۔ سیکولر طبقہ اس قسم کے اشکالات اٹھا کر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ زلزلوں کا تعلق نہ تو انسان کے اعمال سے ہے اور نہ یہ حقیقت ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے جو انسانوں کے اعمال کی وجہ سے یہ اُلٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ آج اسی موضوع پر گفتگو ہوگی اور میری کوشش ہوگی کہ اس حوالے سے اسلامی نقطہ نظر کے مختلف پہلو آپ کے سامنے بیان کروں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قوانین قدرت خود بخود وجود میں نہیں آ گئے، بلکہ ان کو بنانے والی اور ان کو چلانے والی وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر اسی نے اس عالم خلق کے لیے کچھ قوانین جاری فرمائے۔ سائنس زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہے کہ ان قوانین کو دریافت کرتی ہے لیکن پھر سائنسدان ڈنڈی مارتے ہیں اور ان قوانین کے بنانے والے کے بارے میں سوچتے تک نہیں بلکہ اس کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان قوانین کے بنانے والے کے بارے میں بحث و مباحثے میں نہ پڑو۔ بہرحال قوانین قدرت کا بنانے والا اللہ عزوجل ہے جو ہر چیز پر قادر ہے' کل کائنات کا مالک ہے، عالم خلق اور عالم امر کا پیدا کرنے والا ہے۔ زمان و مکان کی دنیا تو عالم خلق ہے' جبکہ اس کے پیچھے اصل دنیا عالم امر ہے جس کے بارے میں انسان کو آئن سٹائن سے ہزار گنا زیادہ عقل مل جائے تب بھی وہ اس عالم امر کے بارے میں نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ابھی مخفی رکھا ہوا ہے۔ الغرض عالم خلق اور عالم امر دونوں کا مالک اللہ ہے اور اسی نے تمام قوانین قدرت بنائے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوانین قدرت وضع کر دیے اور اب اللہ تعالیٰ ان کا پابند ہو گیا۔ اب اللہ چاہے بھی تو ان قوانین کو کہیں معطل نہیں کر سکتا' کہیں توڑ نہیں سکتا۔ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا اللہ پر ایمان نہیں ہے۔ اسی کا نام مادہ پرستی ہے کہ مادی قوانین اٹل ہیں اور اللہ چاہے بھی تو ان کو نہیں چھیڑ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا سائنسی ذہن رکھنے والا مسلمان معجزات کا بھی انکار کر دیتا ہے۔ بہرحال ان قوانین کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسے مکمل اختیار ہے کہ وہ جب چاہے' جہاں چاہے ان میں رخنہ ڈالے اور ان کو توڑ کر کوئی نئی شکل برآمد کر لے۔ یہ سب اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن مجید سے ہمیں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے قوانین فطرت کے معطل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً قانونِ قدرت ہے کہ آگ جلاتی ہے' لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا: ﴿یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾﴾ (الانبیاء) ''اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم علیہ السلام پر'' تو وہ آگ ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی والی بن گئی۔ اسی طرح قانون قدرت ہے کہ پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں ان کی قوم فرعون کے چنگل سے نکلی تو یہ صورتِ حال بنی کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کی فوجیں تعاقب کر رہی ہیں۔ قوم نے کہا: اے موسیٰ! ہم تو مارے گئے، بلکہ قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گلے پڑ گئی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے' وہ ضرور میرے لیے راستہ پیدا کر دے گا''۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سمندر میں مارا تو پانی کی سطح ہموار نہیں رہی اور سمندر میں ایک خشک راستہ بن گیا۔ اس طرح قانونِ قدرت یہاں بھی معطل ہوا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ سائنس کا ہمارے دلوں اور ذہنوں پر بہت حد تک غلبہ آ گیا ہے۔ ہمارے ایک بہت بڑے مفکر (جو اپنی جگہ محترم بھی ہیں اور انہوں نے مسلمانانِ برصغیر کے لیے بڑا کام کیا) سر سید احمد خان نے سائنسی ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے اس واقعہ کی یہ توجیہہ کی کہ سمندر میں مدّ و جزر ہوتا رہتا ہے۔ یعنی سمندر کبھی چڑھا ہوا ہوتا ہے اور کبھی اُترا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے ساتھ جب گزر رہے تھے تو سمندر اُترا ہوا تھا لہٰذا وہ خیریت سے نکل گئے' جبکہ فرعون اور اس کے لشکر کے وقت سمندر چڑھا ہوا تھا لہٰذا وہ ڈوب گئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ قرآن کے الفاظ یہ ہیں کہ دونوں حصے چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور ہم نے

بنی اسرائیل کے لیے سمندر میں سے خشک راستہ نکالا۔ لیکن سائنسی ذہنیت سے مرعوب ہونے والا اس طرح کی تاویلیں کر رہا ہے اس لیے کہ وہ کیسے کہہ دے کہ پانی نے اپنی سطح ہموار نہیں رکھی۔ ان کا تو عقیدہ ہے کہ یہ قانونِ قدرت ہے جو کبھی ٹوٹ ہی نہیں سکتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے قوانین کو جب چاہے توڑ دے، اور وہ توڑتا بھی رہا ہے، اور اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی قوانین فطرت کے اندر ایسی ترتیب بنا دیتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے جو چاہتا ہے اپنا فیصلہ صادر فرما دیتا ہے۔ جن قوموں میں اس نے رسول بھیج دیا اور رسول نے کئی سال قوم کو دعوت بھی دی' لیکن قوم اگر ایمان نہ لائے اور رسول کو قتل کرنے پر تل جائے تو اللہ کی سنت یہ ہے کہ پھر اس پوری قوم پر اللہ کی طرف سے عذاب ہلاکت آتا ہے اور اللہ انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ ایک متنفس بھی باقی نہیں رہتا، صرف رسول اور اس کے ساتھی بچائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں چھ رسولوں اور ان کی اقوام کا ذکر واقعات کی صورت میں کثرت کے ساتھ ہوا ہے جن کے ساتھ یہی معاملہ ہوا۔ اللہ نے ان پر مختلف طریقوں سے عذاب ہلاکت نازل کیا۔ سورۃ العنکبوت کی آیت 40 میں فرمایا: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج﴾ ''تو ان میں وہ بھی تھے جن پر ہم نے زوردار آندھی بھیجی''۔ قوم ہود پر مسلسل آٹھ دن ایسی تیز آندھی چلی کہ ایک بھی متنفس نہیں بچا۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج﴾ ''اور ان میں وہ بھی تھے جنہیں چنگھاڑ نے آ پکڑا''۔ اس سے قوم ثمود کے لوگ اور اہل مدین مراد ہیں۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج﴾ ''اور ان میں وہ بھی تھے جنہیں ہم نے زمین میں دھنسا دیا''۔ قوم لوط اور قارون کے ساتھ یہی معاملہ ہوا۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ج﴾ ''اور وہ بھی تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا''۔ قوم نوح اور فرعون کے لاؤلشکر کو غرق کیا گیا۔ چنانچہ انہی قوانین فطرت کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق استعمال کرتا ہے اور بظاہر لگتا ہے کہ یہ ایک سائنسی معاملہ ہے جو خود بخود چل رہا ہے، کسی غیر کا اس کے اندر کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن درحقیقت یہ فیصلے اللہ کے ہوتے ہیں اور وہ رسول کو پہلے ہی بتا دیتا ہے کہ اس قوم پر ہلاکت کا فیصلہ کر دیا گیا ہے' لہٰذا تم اہل ایمان کو لے کر نکل جاؤ، اور پھر ساری قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ تو اللہ کی مشیت کے اظہار کے بے شمار طریقے ہیں۔ وہ ان قوانین کو اپنے حساب سے اور اپنی خاص تدبیر سے استعمال بھی کرتا ہے اور ان کو پھاڑ بھی سکتا ہے۔ لہٰذا اگر ایمان باللہ ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ بغیر اللہ کے اذن سے پتا تک نہیں ہل سکتا۔

میں نے خطاب کے شروع میں سورۃ الروم کی آیت 41 تلاوت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ بداعمالیوں کے نتیجے میں انسان ان حوادثات یعنی زلزلوں اور سیلابوں کا شکار ہوتا ہے۔ فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤١﴾﴾ ''بحر و بر میں فساد رونما چکا ہے، لوگوں کے اعمال کے سبب تا کہ وہ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا تا کہ وہ لوٹ آئیں''۔ اصل دارالجزاء تو آخرت ہے' جبکہ یہاں تو بس اعمال کا تھوڑا سا بدلہ چکھا دیا جاتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ شاید انسان اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ گویا دنیا میں آنے والے عذاب کے جھٹکے ایک اعتبار سے اس قوم کے لیے رحمت بھی ہیں کہ جس رخ پر سب لوگ کان اور آنکھیں بند کر کے جا رہے ہیں، ذرا ان کو بیدار کیا جائے اور سوچنے پر آمادہ کیا جائے۔ اگر انسان سوچنے پر آمادہ ہو جائے اور اپنی اصلاح کر لے تو یہ چھوٹے موٹے جھٹکے گویا ان کے لیے رحمت ثابت ہوں

پریس ریلیز 13 نومبر 2015ء

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو اپنی عبادت گاہوں میں پوجا پاٹ کرنے کی آزادی ہوگی، لیکن کسی مسلمان حکمران کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان کی مذہبی تقریبات میں شرکت کر کے ان کے رنگ میں رنگا جائے

قرآن نے چودہ سو سال پہلے ہمیں یہود اور ہنود کی دشمنی سے آگاہ کر دیا تھا

حافظ عاکف سعید

قرآن پاک نے یہودیوں اور مشرکوں (بت پرستوں) کو اسلام کا بدترین دشمن قرار دیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کو مکمل تحفظ دیا جاتا ہے، انہیں اپنی عبادت گاہوں میں پوجا پاٹ کرنے کی پوری آزادی ہوگی، لیکن کسی مسلمان حکمران کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان کی مذہبی تقریبات میں شرکت کر کے ان کے رنگ میں رنگا جائے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے وزیراعظم نواز شریف کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ وہ ہندوؤں کے تہوار ہولی میں شرکت کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان پر بھی رنگ ڈالا جائے۔ انہوں نے فوج اور سول حکومت میں کشیدگی پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ جو ملک بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہو اس ملک کی فوج اور حکومت کا ایسا تناؤ جو ٹاک آف دی ٹاؤن بن جائے انتہائی تشویشناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو فوج کے ساتھ اپنے اختلافات بات چیت سے ختم کر لینے چاہیے۔ بھارت کے وزیراعظم مودی کے دورہ برطانیہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگرچہ مودی کو بھارت میں شدید تنقید کا سامنا ہے اور برطانیہ میں بھی عوامی سطح پر اس کے خلاف شدید ردعمل سامنے آیا ہے لیکن حکومت برطانیہ نے بھارت کے ساتھ 14 بلین ڈالر کی ڈیل کر کے اسلام اور پاکستان کے اس دشمن کو تقویت پہنچانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ قرآن نے چودہ سو سال پہلے ہمیں یہود اور ہنود کی دشمنی سے آگاہ کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرنگ کی رگِ جاں اب بھی پنجۂ یہود میں ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

گے۔ پھر سورۃ الانفال میں یہ بھی بتایا گیا ہے: ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ ''اور ڈرو اُس فتنے سے جو تم میں سے صرف گنہگاروں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا''۔ آیت کے اس ٹکڑے میں خاص طور پر تنبیہ یہ ہے کہ لوگ دوسروں کو برائیوں سے روکیں' نہی عن المنکر کا کام کریں۔ اگر معاشرہ اس رخ پر جارہا ہے کہ اللہ کا عذاب آ سکتا ہے تو جنہیں اللہ نے سمجھ دی ہے اور جن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں۔ اگر نہیں کریں گے تو جو عذاب آئے گا اس میں وہ بھی ساتھ پسیں گے۔

اس حوالے سے میں یہ بھی ذکر کروں گا کہ جب اس قسم کا کوئی عذاب آتا ہے یعنی کہیں کوئی زلزلہ آ گیا' کہیں سیلاب آ گیا تو یقیناً دینی طبقات کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر خبردار کریں اور ان کو رب کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں' لیکن اس پر زیادہ زور دینے سے یہ بھی ہوتا ہے کہ اس عذاب میں مرنے والوں کے لواحقین کے غم میں اضافہ ہوتا ہے کہ ہمارے پیارے اللہ کے عذاب کا شکار بن گئے۔ ہمارے دین میں اس کا بھی تدارک کیا گیا ہے۔ چنانچہ اگر مجموعی طور پر معاشرہ کی فضا خراب ہے اور اللہ کی طرف سے آنے والی کسی آفت میں کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو یہ عذاب اس کے لیے اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جو خود صاحب ایمان تھا۔ اس اعتبار سے بھی یہ اپنی جگہ ایک رحمت ہے اس لیے کہ دنیا کا یہ عذاب تو چند منٹوں یا چند گھنٹوں کا تھا' جبکہ آخرت تو ابدی زندگی ہے۔ اگر وہ سنور گئی تو یہ تھوڑا سا عذاب ہرگز گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ اس قسم کے عذاب اجتماعی برائیوں کی وجہ سے آتے ہیں' لیکن ہمارے دین نے دوسری طرف اس پر مرہم بھی رکھا ہے بایں طور کہ جو اس کا نشانہ بنتے ہیں، اگر وہ خود صاحب ایمان ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

آخر میں' میں ایک حدیث کا حوالہ دینا چاہوں گا کہ آنحضور ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ اگر یہ اعمال تمہارے اندر آئیں گے تو پھر اس کے نتیجے میں اللہ کا عذاب بھی آئے گا۔ اس میں زلزلے بھی ہوں گے اور دوسری چیزیں بھی ہوں گی۔ جامع ترمذی میں حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب میری اُمت میں پندرہ خصلتیں آ جائیں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی...... جب مالِ غنیمت ذاتی دولت بن جائے گی' امانت کو لوگ مالِ غنیمت سمجھنے لگیں گے' زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا' شوہر بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے گا' دوستوں کے ساتھ بھلائی اور باپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے گا' مسجد میں لوگ زور زور سے باتیں کریں گے' ذلیل قسم کے لوگ حکمران بن جائیں گے' کسی شخص کی عزت اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے کی جائے گی' شراب پی جائے گی' ریشمی کپڑا پہنا جائے گا' گانے بجانے والی لڑکیاں اور گانے کا سامان گھروں میں رکھا جائے گا' اور اُمت کے آخری لوگ پہلوں پر طعن کریں گے۔ پس اس وقت لوگ عذابوں کے منتظر رہیں۔ یا تو سرخ آندھی کا عذاب آئے گا' یا زمین میں دھنسا دینے کا' یا پھر چہرے مسخ ہو جانے والا عذاب آئے گا۔''

آج ان میں سے اکثر برائیاں ہم میں موجود ہیں اور چند ایک برائیاں تو ایسی ہیں جن میں ہم حد سے زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم زلزلوں کے جھٹکوں سے ہوش میں آئیں اور اُن تمام گناہوں اور برائیوں سے باز آ جائیں جن کی وجہ سے آئے روز کوئی نہ کوئی آفت اللہ کے عذاب کی صورت میں ہم پر آتی رہتی ہے۔

ہماری اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان کی برائیوں اور گناہوں کا ان حوادث اور مصائب کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس ضمن میں پھر ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اُمت مسلمہ پر ہی سارے عذاب کیوں آتے ہیں:

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ یہ عذاب صرف اُمت مسلمہ پر ہی آتے ہیں' بلکہ دوسری قوموں پر بھی عذاب آتے ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ وہاں پر عذاب کی شکلیں مختلف ہیں۔ یورپ کی مثال لے لیجیے۔ ایک اعتبار سے انہوں نے دنیا کو جنت بنا لیا ہے' لیکن دوسرے اعتبار سے دیکھیں تو انہوں نے دوزخ بھی بنا رکھا ہے۔ سب سے زیادہ ذہنی مریض وہاں پائے جاتے ہیں اور سب سے زیادہ خودکشیاں ان ممالک میں ہو رہی ہیں۔ اسکینڈے نیوین ممالک کے اندر یورپی تہذیب کا عروج ہے اور جو دنیوی سہولتیں اور آسائشیں وہاں کے لوگوں کو میسر ہیں وہ شاید پورے یورپ میں اور کہیں نہیں ہیں' لیکن سب سے زیادہ خودکشیاں وہاں پر ہیں۔ پھر خاندانی نظام ان کا درہم برہم ہو چکا ہے۔ یہ جب درہم برہم ہوتا ہے تو وہ انسان کو اندر سے بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ چنانچہ ایک بات تو یہ ہے کہ عذاب وہاں بھی آتے ہیں' لیکن شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں پر ان سانحات کے زیادہ آنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس اُمت کے لیے آخرت کا وہ عذاب نہیں ہے جو کافروں کے لیے ہے۔ کافروں کے لیے دائمی عذاب ہے اور اس اُمت کے لیے یہ ہے کہ اس امت کا گناہ گار آدمی بھی اپنی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اُمَّتِيْ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ)) (سنن ابی داود) ''میری یہ امت مرحومہ (رحم کی ہوئی) ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہ ہوگا جبکہ دنیا میں اس کے عذاب یہ ہوں گے: فتنے، زلزلے، قتل و غارت گری''۔ فتنہ فساد' قتل و غارت گری اور زلزلے و سیلاب وغیرہ یہ سب چیزیں گویا اللہ تعالیٰ کی مشیت کا حصہ ہیں اور ان کا مقصد اُمت کو جگانا ہے۔ پھر بالآخر یہ عذاب آخرت کے اعتبار سے بھی رحمت بن جاتے ہیں۔

بعض لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ آیا یہ سانحات عذاب ہیں یا آزمائش' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اعتبار سے تو یہ عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی سزا ہمیں زلزلوں اور سیلاب وغیرہ کے ذریعے اس دنیا میں دے رہا ہے۔ دوسرے اعتبار سے یہ آزمائش بھی ہے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا نہیں۔ اگر فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کرلیں' تو یہ کرلیں تو یہی چیز ان کے لیے باعث رحمت بن جائے گی اور اگر فائدہ نہ اٹھائیں' سبق آموزی کی بجائے اس قسم کی باتیں کرنے لگیں جیسی آج کل میڈیا پر ہو رہی ہیں تو پھر یہ ایک عذاب ہے جو دوسرے بڑے عذاب کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے قائدین کے نام

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کا کھلا خط

محترمی ومکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی جملہ دینی مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور آپ کو دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

آپ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے ایک مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے۔ وہ امریکہ جس کو ہمارے حکمرانوں نے اپنا محافظ سمجھا تھا اور جس کے باطل مفادات کی جنگ کی آگ میں ہم نے اللہ سے دشمنی مول لے کر اپنی پوری قوم کو جھونک رکھا ہے، آج اس نے اپنی توپوں کا رُخ پاکستان کی طرف پھیر دیا ہے۔ وہ نہ صرف ہماری سالمیت کو درہم برہم کرنے کے درپے ہے بلکہ پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے، علماءِ کرام کی دینی وعلمی سرگرمیوں کو محدود کرنے اور یہاں ابلیسی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے ہمارے حکمران طبقہ کو استعمال کر رہا ہے جو آنکھیں بند کر کے اس کے ''اسلام دشمن احکامات'' کے نفاذ کے لیے سرگرمِ عمل ہے۔ اس سے ملک کا ہر باشعور مسلمان سخت پریشان ہے۔ یہ بھی امرِ واقعہ ہے کہ تمام اسلام دشمن طاقتیں یعنی امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور ہندوستان مل کر ہمارے ملک کی سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کے ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔ ملک توڑنے والی قوتیں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک منظم ہو رہی ہیں۔ دوسری جانب ملک کے اندر معاشی بحران، مہنگائی، بجلی وگیس کے بحران اور لوٹ کھسوٹ نے بھی عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ طرح طرح کی بیماریاں، چند سال قبل 2005ء میں آنے والا خوفناک زلزلہ، بعد ازاں بار بار کے ہولناک سیلاب اور پھر حالیہ اوسان خطا کرنے والا زلزلہ، یہ سب چیزیں عذابِ الٰہی کی طرف اشارے کر رہی ہیں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝﴾ اور ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ کے مصداق یہ صورتِ حال واضح طور پر ہماری شامتِ اعمال کا نتیجہ محسوس ہو رہی ہے۔ کیا یہ ایک تلخ حقیقت نہیں ہے کہ ہم نے من حیث القوم بے راہ روی، فحاشی و عریانی، حرام خوری، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور عبادتِ رب کے تقاضوں سے غفلت اور شیطان کی بندگی کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ آج امتِ مسلمہ ایک نہایت اہم دینی فریضے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اغماض برت رہی ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ تو کجا، قوانینِ شریعت کی علی الاعلان دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے کی بجائے ہر سطح پر سودی معیشت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ مزید براں سود کی حرمت پر مبنی وفاقی شرعی عدالت کے 1991ء کے تاریخی فیصلہ کو کالعدم قرار دے کر اسے سرد خانے میں ڈالنے کا کام سرکاری سرپرستی میں ہو رہا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اعلیٰ عدلیہ کے ارکان بھی اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے لگے ہیں۔ یوں اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں آج 68 سال گزرنے کے باوجود اللہ کے دین کو قائم اور شریعتِ الٰہی کو نافذ نہ کیا جا سکا۔ یہ ہمارا اجتماعی قومی جرم ہے اور اسی بناء پر ہم عذابِ الٰہی کا شکار ہیں۔

آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ آج مسلمانانِ پاکستان اللہ کی خصوصی مدد کے شدید محتاج ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ کی مدد کیوں کر ہمارے شاملِ حال ہو سکتی ہے، جب کہ بحیثیت مجموعی پوری قوم سود کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف حالتِ جنگ میں ہے اور علی الاعلان اللہ اور رسولؐ سے بغاوت کی مرتکب ہو رہی ہے!!! چنانچہ انسدادِ سود کے عملی تقاضے کے طور پر قوم کو سود کی خباثتوں کی طرف متوجہ کرنا تاکہ آئندہ وہ انفرادی طور پر اس کبیرہ گناہ سے بچنے کی شعوری کوشش کریں، اور اجتماعی سطح پر اس سودی نظام کو بدلنے کے لیے عوام کی ذہن سازی کرنا تاکہ وہ موجودہ سودی معیشت پر مبنی نظام کی تبدیلی کے لیے عملاً قربانیاں دینے کے لیے تیار ہوں، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ہماری اس کاوش کے نتیجے میں اللہ کی مدد اور نصرت ہمارے شاملِ حال ہو گی اور ہم ملک پاکستان میں حقیقی معنوں میں اسلامی نظام یا دوسرے لفظوں میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نظام کی راہ ہموار کر سکیں گے۔

اسی مقصد کی خاطر تنظیم اسلامی اللہ کی تائید ونصرت کے بھروسے پر ملک گیر مہم کے ذریعہ توبہ واستغفار اور اس کے عملی تقاضوں کی طرف بندگانِ خدا کو متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آپ سے بھی مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنے خطابات و بیان میں عوام کو مندرجہ بالا اُمور کی طرف ترغیب دینے کے ساتھ ان کی عملی رہنمائی کا اہتمام بھی فرمائیں، مزید برآں ملک وملت کی سلامتی کے لیے ربِ کریم سے خصوصی دعاؤں کا اہتمام بھی فرمائیں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اجتماعی توبہ اور اصلاحِ اعمال کے حوالے سے ان مساعی کو قبول فرما کر اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی سازشوں کو ناپاک بنا دے اور دنیا وآخرت میں خیر وعافیت ہمارا مقدر بنا دے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

طالبِ دعا

حافظ عاکف سعید

دنیا ہیلووین کی زد میں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہفتۂ رفتہ میں گلوبل چودھریوں کے ہاں ہیلووین کا تہوار منایا گیا۔ یہاں غلاموں نے بھی منایا۔ یہ جاہلی تہوار قبل از عیسائیت سے یورپی عیسائیوں نے گود لیا (جیسے آج مسلمانوں نے ساری دنیا کے جاہلانہ تہوار، بسنت، ویلنٹائن ڈے وغیرہ اپنا لیے)۔ یہ آئر لینڈ، برطانیہ وغیرہ میں طویل، تاریک، سرد مشکل جاڑے کے دنوں کی آمد سے قبل منایا جاتا تھا۔ اس کے پیچھے یورپ کے تاریک دور کے جاہلانہ توہمات وتصورات تھے کہ اس رات آسمان سے بدروحیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ انہیں راضی رکھنے کو ہر گھر کے باہر کھانے پینے کی چیزیں، شراب وغیرہ رکھ دی جاتیں۔ خوف کا عالم ہوتا۔ لوگ گھروں سے نہ نکلتے۔ نکلنا پڑتا تو خود جانوروں کی کھالیں اور منہ سروں پر لگا پہن کر نکلتے بلاؤں سے اظہار یک جہتی کے لیے (ایسے ہی شرکیہ تصورات صفر میں تیرہ تیزیوں کے حوالے سے ہندوؤں سے مستعار ہمارے ہاں بھی ہیں)۔ یہ ان ادوار کی بات ہے جب مسلمان تین براعظموں پر حکمران تھے۔ طارق بن زیادؒ اسلام کی روشنی، جہالتوں کا تریاق اور الٰہی تعلیمات لیے سپین آئے۔ علوم وفنون، دینی ودنیاوی بیک وقت پھلے پھولے۔ سپین نے جہاں علامہ قرطبیؒ جیسے مفسر، محدث اور فقیہہ پیدا کیے وہاں سائنسی علوم بھی یکساں پروان چڑھے۔ ماہرین فلکیات خوارزمی، الزرقالی اور جابر ابن الفلاح جیسے نامور جنہوں نے اس علم میں جھنڈے گاڑے۔ یورپ کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ سپین فتح کرنے کے بعد جابر نے جو ٹاور ترویج علم فلکیات کے لیے تعمیر کیا تھا، وہ اس کا مصرف بھی نہ جانتے تھے۔ اس کا گھنٹہ گھر بنا ڈالا! یورپ نے زراعت، علم نباتات، ادویات، علوم طب، سرجری، فلکیات سب بعد ازاں لاطینی تراجم کے ذریعے پائے جو مسلم سائنس دانوں کی محنت، ذہانت اور صلاحیت کا ثمر تھے۔ فلپ حِتی (عیسائی تاریخ دان) نے قرون وسطیٰ کے یورپ کی تاریخ میں مسلم سپین کے سنہرے کردار کی تعریف کی ہے۔ سرسبز وشاداب سپین کا غیر ترقی یافتہ یورپ کو زرعی ترقی کی راہ دکھانے کا اقرار کیا ہے۔ مقصود تقابل کی ایک (تشنہ سی) تصویر دکھانے کا یہ ہے کہ آج پاکستان میں سیکولر غلامانہ جوش وخروش سے یہ جاہلانہ تہوار تمام مغرب زدہ طبقات میں منایا گیا ہے۔ عالمی بلاؤں کے ساتھ اظہار یک جہتی کرتے ہوئے بھوت حلیوں کے نوجوان (مسلم!) لڑکے لڑکیاں فیشن ایبل نجی تعلیمی اداروں میں مبتلائے ہیلووین تھے! اگرچہ ان کے آقا امریکہ میں 17 ویں صدی تک بھی خواتین کو چڑیل قرار دے کر سزائے موت دی جاتی رہی! اس افسوس کا اظہار نیٹ پر کیا گیا کہ ابھی پاکستان بھر میں بھرپور ہیلووین تو نہ ہو سکا، صرف چند بڑے شہروں تک محدود رہا! لڑکیاں نہ صرف چڑیلیں بنیں بلکہ ان کے لیے (بد) تہذیب مغرب کی پیروی میں عریاں لباسوں کی فراہمی کے اشتہارات بھی موجود تھے۔ نیٹ پر مکمل رہنمائی موجود تھی۔ ہیلووین کے فرائض، واجبات، مستحبات سب پڑھائے گئے!

آفت کو اور شر کو نہ رکھو جدا جدا
دیکھو انہیں ملا کے شرافت کہا کرو
ہر اک لچر سی چیز کو کلچر کا نام دو
عریاں کثافتوں کو ثقافت کہا کرو

برطانیہ میں سیکڑوں بائیک سوار خوفناک نقاب پوشوں نے اچانک سڑکوں پر نکل کر یہ تہوار آتش بازی کر کے منایا۔ اگرچہ دنیا پر بلا بن کر ٹوٹ پڑنے کا یہ اجتماعی ہیلووین تو نائن الیون کے بعد سے پوری مسلم دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ آتش بازی کا مظاہرہ ہی تو یہاں بھی ہوا۔ ہزاروں پاؤنڈ کے ہیل فائر میزائیلوں اور مزید رنگا رنگ، ہلاکت خیز بموں نے ہیلووین میں لہو کا رنگ بھر رکھا ہے۔ بلاشبہ پاکستان کا خوش باش سیکولر طبقہ اگر برطانوی، امریکی نوجوانوں کے ساتھ ہیلووین منا رہا ہے تو اس کے ہم عالمی سطح پر بھی اتحادی اور شریک کار ہیں۔ وزیر دفاع خواجہ آصف نے فخریہ اقرار کیا ہے کہ 60 ممالک کی افواج جو نہ کر سکیں وہ ہم نے کر دکھایا ہے! یعنی 60 ممالک کے کافر مل کر کیا کر رہے تھے؟ مسلمانانِ افغانستان اور امارات اسلامیہ افغانستان کی تباہی جو وہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا سکے تو یہ عبداللہ بن ابی والا کارنامہ آپ کے حصے آیا؟ وزیر دفاع اسلامی جمہوریہ پاکستان کی یہ گواہی تاریخ عالم میں ثبت ہوگئی اور اللہ کے ہاں بھی۔ زلزلے نہ آئیں تو کیا ہو! تاہم ہیلووین منانے کے لیے بھوتوں چڑیلوں کے حقیقت سے قریب تر ماسک تو بش، بلیئر، اوباما، کونڈو لیزا رائس، ہیلری، مودی، رمزفیلڈ، ڈک چینی، بشارالاسد اور السیسی جیسوں کے ہونے چاہئیں۔ غم تو بیچارے خود سے بیگانہ مسلم نوجوانوں کا ہے جو اپنی شناخت سے لاعلم دیوانے ہوئے پھر رہے ہیں۔ ع وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہے اک ٹوٹا ہوا تارا!

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا

ایک کم عمر طالبہ کالم نگاری کر رہی ہے، تاہم اس کے کالم نوجوان نسل کے دائرۂ فکر کی محدودیت کے عکاس ہیں۔ محرم میں عاشورے کے دنوں میں حضرت موسیٰؑ کا شاندار حوالہ اور سیدنا حسینؓ سے نوجوان کے تذکرے کی جگہ نپولین بونا پارٹ کی قدآوری کے تذکرے۔ اور اب ابراہام لنکن کی شخصیت میں نمونۂ عمل کی تلاش۔ متحدہ امریکہ کی طاقت اور اتحاد کے تذکرے رہے۔ اگرچہ مسلم تاریخ سیرت وکردار کے ہیرے جواہرات سے مالا مال ہے۔ اگر یورپ، مغرب سے بھی کچھ لینا ہو تو کیوں نہ شاندار خاندانی پس منظر سے نکل کر مسلمان ہونے والے محمد مارماڈیوک پکتھال جیسے دانشور ادیب (چرچل کے قریبی دوست!)، جرمنی کی فاطمہ ہیرن، فرانسیسی سرکردہ مایہ ناز سرجن مارلیس بکائی، آسٹریا کے علامہ اسد اور ایسے ہی سینکڑوں دیگر کی زندگیاں نمونہ ہیں۔ یورپ کے خدا بیزار معاشروں سے نکلنے والے یہ جواہر توجہ طلب ہیں۔ پکتھال اور ٹی بی اروِنگ (کینیڈین) نے برطانوی اور امریکی انگریزی میں قرآن کا پہلا ترجمہ کیا۔ وہ کفر کے گھپ اندھیروں میں قرآن کی روشنی بکھیرنے والے۔ ہمارے نوجوان، زوال پذیر مغرب کی راکھ سے شرارے کریدنے کی بجائے مسلم تاریخ کا مطالعہ کر کے نوجوان نسل کو تریاق فراہم کریں۔ مغرب کا انسان صرف ایک مادی، حیوانی تودہ ہے۔ ضمیر کا گلا گھونٹ کر ڈارون کے جنگل میں پھینک دینے کے بعد انسانیت کے لیے وہ کوئی قابل رشک اخلاقی نمونہ اپنے ہاں نہیں رکھتے۔ اسلام نے روحانی اور مادی وجود میں ایک خوبصورت توازن قائم کیا۔ انسان کو ہمہ نوع غلامی سے آزاد کر کے عدل، انصاف، مساوات، اخوت کی دولت سے مالا مال کیا۔ غیر اقوام کی نقالی سوائن فلو جیسی روحانی بیماری ہے،

جس سے بچانے کو روزانہ نمازوں میں 32 مرتبہ اللہ نے یہ دعا رکھ دی ہے کہ ہمیں مغضوب (یہودی) اور ضالین (عیسائی) کی راہ پر نہ چلانا! غلامی اور ظلم تخلیقی صلاحیتیں سلب کر لیتے ہیں۔ آخرت پر ایمان موت سے بے خوف اور دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ بندہ مومن دنیا میں تعمیر و ترقی تو کرتا ہے مگر حرص و ہوس کا غلام نہیں بنتا۔ حبِ جاہ اور حبِ مال کے اسیر بھیڑیوں کا گلہ نہیں بنتا۔ واسکوڈے گاما، کولمبس کی دریافتوں کے ساتھ ایک اذیت ناک ظلم کی داستانیں شرق و غرب میں ہمراہ ہمیں ملتی ہیں۔ آج بھی مغرب دنیا بھر میں نمونے کے جو حکمران پروان چڑھا رہا ہے وہ ان کے ماضی کے مظالم سے کچھ بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میڈیا، تعلیم، حکمرانوں اور فوجوں کے ذریعہ ہر جگہ مسلم عوام کو بدترین ذہنی اور فکری غلامی میں مبتلا کیا گیا ہے۔ شامی عوام پر مسلط کردہ خون آشام بشار الاسد کے ہاتھوں 7 لاکھ 24 ہزار تو صرف وہ ہیں جو بحیرہ روم کی بے رحم موجوں کے رحم و کرم پر در بدر ہیں۔ 3500 ڈوب چکے ہیں جن میں 77 بچے شامل ہیں۔ 65 ہزار شہری غائب کر دیئے گئے، لاپتگی کی بھینٹ چڑھ گئے۔ غم کے مارے والدین حکومت سے پوچھنے کا یارا بھی نہیں رکھتے (یہی حال حشر پاکستانی لاپتگان کا بھی ہے)۔ انسانیت کے عالمی ہیلووینی ٹھیکیداروں ہی کے سکھائے ہتھکنڈے ہیں سارے۔ 80 لاکھ شامی پناہ کی تلاش میں مہاجر ہو چکے۔ پونے 3 لاکھ کو عالمی بموں نے نگل لیا۔ جو اپنے ملکوں میں بیٹھے مسلمان ہیں وہ نور المالکی جیسوں کی بھینٹ چڑھے ناکوں چنے چبا رہے ہیں۔ مالکی نے اپنے دورِ حکومت میں خزانے سے 500 ارب چوری کیے۔ مسلم دنیا پر ان حکمرانوں کا عذاب یوں بھی ہے کہ عوام بھیڑ بکریوں کی طرح ان کی بدعنوانی اور ظلم برداشت کرتے ہیں، سو بھگت رہے ہیں۔ ظلم تو سہتے ہیں، بغاوت نہیں کرتے! خوئے غلامی میں راسخ ہو چکے! شامی عوام نے کئی دہائیوں سے اسد خاندان (حافظ الاسد اور اب بشار الاسد) کا عذاب پال رکھا تھا۔ دنیا پر غالب خون آشام مغرب بارے محمد پکتھال نے کہا تھا (واقفِ راز درون میخانہ!) مغربی تہذیب درحقیقت تہذیب نہیں درندگی (Savagery) ہے۔ اصلاً تہذیب صرف اسلام ہے۔ مغربی تہذیب نظریے اور عمل دونوں میں سراسر شر ہے۔ یہ شر اس کے فلسفے کے رگ و پے میں رچا بسا ہے۔ آج انسانیت کا رواں رواں اس شر سے دہک رہا ہے۔

☆☆☆

چشم کشا

اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

فیصلہ تو آپ نے اس دن کر لیا تھا کہ آپ اس رزمِ خیر و شر اور معرکہ حق و باطل میں کس جانب ہیں جب 14 نومبر 1991ء کو وفاقی شرعی عدالت کے جج جسٹس تنزیل الرحمٰن نے طویل سماعت کے بعد فیصلہ دیتے ہوئے بینکوں کے سود کو حرام قرار دیا تھا۔ آپ اس وقت اس مملکت خداداد پاکستان کے وزیراعظم تھے۔ ہوسکتا ہے آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور موجود ہو کہ یہ وزارتِ عظمیٰ آپ کو پاکستان کے عوام اور عالمی طاقتوں کی آشیرباد سے ملی ہے لیکن میرے جیسے دقیانوس اور آپ کے موجودہ لبرل خیالات کے حامل لوگ جنھیں فرسودہ اور ازکار رفتہ تصورات کا حامل گردانتے ہیں، ان کے نزدیک یہ فیصلہ کہ کس کو زمین پر اختیار دیا جائے اور کس سے چھین لیا جائے خالصتاً اللہ سبحان و تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں: ”کہہ دو کہ اے اللہ اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“ (آل عمران:26) اللہ کسی کو بادشاہی حکومت یا اختیار اس لیے عطا کرتا ہے کہ زمین میں اللہ کے احکامات کو نافذ کرے۔ اللہ فرماتا ہے اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔ (الحج:41) لیکن آپ نے 14 نومبر 1991ء کو ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ نے عملی طور پر ایک ایسے گروہ کا حصہ بننا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ آپ نے وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے کو بحیثیت وزیراعظم سپریم کورٹ میں چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا۔

سپریم کورٹ نے وقت کے حاکم کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر بحث کا آغاز کیا۔ کچھ عرصے بعد اللہ نے آپ سے وزارتِ عظمیٰ اس طرح چھینی کہ آپ کے حق میں آیا ہوا سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی آپ کو وزارتِ عظمیٰ پر برقرار نہ رکھ سکا۔ شاید آپ سمجھتے ہوں کہ آپ سے استعفیٰ لینے کی سازش کا تانا بانا تو یہاں کی مقتدر قوتوں نے بنایا تھا، اس کا اللہ تبارک و تعالیٰ سے کیا تعلق۔ لیکن میرے جیسے دقیانوس اور فرسودہ خیال لوگ تو یہی تصور کر کے اللہ پر اپنا ایمان مضبوط کرتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اس غلطی کی سزا دی۔ آپ کے بعد محترمہ بینظیر حکمران ہوئیں۔ انھوں نے ایک طریقہ ڈھونڈا کہ اس لڑائی میں براہ راست شریک نہ ہوا جائے، بس دائیں بائیں ہو کر نکل جایا جائے۔ انھوں نے شریعت بنچ ہی مکمل نہ ہونے دیا۔ ظاہر بات ہے جب بنچ ہی مکمل نہ ہوگا تو شنوائی کہاں اور فیصلہ کہاں۔ آپ کو محترمہ بینظیر کی یہ روش اور ادا اس قدر پسند آئی کہ جب اللہ نے آپ کو دوبارہ اقتدار عطا کیا تو آپ نے بھی اپنے پورے عرصہ اقتدار میں سپریم کورٹ کا شریعت بنچ مکمل نہ ہونے دیا۔

آپ کو یہ حیلہ کرنے کا گر یقیناً آپ کے مرشدِ اول حضرت ضیاء الحق سے ملا تھا۔ شریعت اور شرعی قوانین کے نفاذ کے علمبردار ضیاء الحق نے جب 1981ء میں وفاقی شرعی عدالت قائم کی تو اس پر ایک پابندی لگا دی کہ وہ دس سال تک مالی و معاشی معاملات کے متعلق کوئی درخواست وصول نہیں کرے گی۔ اللہ نے ضیاء الحق کو دس سال تک جانے کی مہلت ہی نہ دی۔ اللہ دلوں کے حال اور نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ اسے ہی علم ہوگا کہ ضیاء الحق دس سال بعد اس مدت میں توسیع چاہتے تھے یا سود کے خلاف فیصلہ کرنے کی اجازت دینا چاہتے تھے۔ بہرحال وہ 1988ء میں اس کے دربار میں جا پہنچے ہیں جہاں کوئی بہانہ کارگر نہیں اور کوئی مکر و فریب نہیں چلتا۔ وہ اعمال پر نیتوں کے حساب سے سزا دیتا ہے کہ صرف وہی ہے جو نیتوں اور دلوں کا حال جانتا ہے۔ میرے جیسے اللہ سے ڈرنے اور خوف رکھنے والے لوگ بھی آپ کو نیک نیتی کا فائدہ دیتے رہے۔ ہم لوگ سمجھتے رہے کہ آپ گزشتہ پینتیس سالوں

سے سیاست کے میدان میں اللہ کے قوانین کے علمبردار بنے رہے۔ آپ نظریہ پاکستان کی چھتری تلے پناہ لیتے رہے۔

آپ کی تقریریں اور آپ کے چھوٹے بھائی کا علامہ اقبال کے شعروں کو دہرانا یہ ثابت کرتا رہا کہ ہوسکتا ہے آپ اس ملک میں اس خواب کی تکمیل چاہتے ہوں جو علامہ اقبال کی شاعری اور راتوں کی اشکباری میں جھلکتا تھا۔ جو آئین پیغمبر کا اس مملکت خداداد میں نفاذ چاہتے تھے۔ میں یہاں علامہ اقبال کے کئی سو اشعار تحریر کرسکتا ہوں لیکن شاید اب آپ انھیں سننا پسند نہ کریں۔ یہ سادہ دل لوگ یہ بھی سمجھتے رہے کہ آپ قائداعظم کے اصولوں کے مطابق ایک اسلامی پاکستان اور اسلامی معاشی نظام چاہتے ہیں کیونکہ آپ نے پینتیس سالہ سیاست میں اسلام اور نظریہ پاکستان کے سوا اور کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ وہی قائداعظم جنہوں نے گیارہ اگست کی تقریر کو جب لوگوں نے غلط معنی پہنانے کی کوشش کی کہ قائداعظم ایک لبرل اور سیکولر پاکستان چاہتے تو انھوں نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار میں ان سیکولر اور لبرل دانشوروں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا تھا:

"I could not understandthat a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on Sharia law. Islamic Principles today are as applicable to life as they were 1300 years ago"

’’مجھے سمجھ نہیں آتی کہ لوگوں کا ایک طبقہ جان بوجھ کر یہ شرارت اور پراپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کے قوانین پر مبنی نہیں ہوگا۔ اسلامی اصول آج بھی اسی طرح نافذالعمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔‘‘

یہی نہیں بلکہ قائداعظم نے ان سیکولر لبرل شرارت پسندوں کا جواب فروری 1948ء میں امریکی ریڈیو سے اپنے ایک خطاب میں دیا۔ انھوں نے امریکی عوام کو بھی واضح کیا کہ ہم شرعی قوانین چاہتے ہیں:

"The constitution of Pakistan is yet to be framed by Pakistan Constituent Assembly. I do not know what the ultimate shape of the constitution is going to be, but i am sure, it will be of democratic type,embodying the essential Principals of Islam.Today these are as applicable in actual life as these were 1300 years ago."

’’پاکستان کا آئین ابھی پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے نہیں علم کہ اس کی کیا حتمی شکل وصورت ہوگی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ایک جمہوری آئین ہوگا جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہوگا۔ اسلامی اصول آج بھی زندگی میں اسی طرح نافذ العمل ہیں جیسے تیرہ سو سال پہلے تھے۔‘‘

یہ تھا اقبال اور قائداعظم کا پاکستان جس کے آپ 35 سالہ سیاست میں وکیل بنے رہے اور اس ملک کے سادہ لوح عوام اور راسخ العقیدہ دانشور آپ کو سنتے رہے۔ جو صاحبان نظر تھے انھیں علم تھا کہ آپ عملی طور پر اسی دن سے اس صف میں آکر کھڑے ہوگئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کا اعلان کرنے والوں کی صف ہے جس دن آپ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے بینکوں کے سود کو حرام کرنے کے فیصلے کے خلاف اپیل کی تھی، لیکن میرا اللہ تو مہلت دیتا ہے۔ فرد جرم اسی وقت عائد ہوتی ہے جب کوئی واضح دوٹوک اعلان کرے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ کو یہ توفیق دی کہ آپ یہ اعلان کریں کہ پاکستان کا مستقبل لبرل اور جمہوری پاکستان سے وابستہ ہے۔

یہ اعلان آپ نے بحیثیت نواز شریف نہیں بلکہ بحیثیت وزیراعظم پاکستان کیا ہے، وہ وزارت عظمیٰ جو ہمارے نزدیک اللہ کی عطا ہے۔ میرے سامنے ان صاحبان نظر کے چہرے بھی گھوم رہے ہیں جن سے آپ نے دعا کی استدعا کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ اگر تیسری دفعہ وزیراعظم بن کر میں نے تاریخ رقم کر دی تو اللہ کے قانون کو اس ملک میں نافذ کردوں گا۔ مجھے مدینہ منورہ میں بیٹھے رسول اکرم ﷺ کے جاروب کش اس صوفی صاحب کی وہ بات یاد آرہی ہے جن سے آپ نے جلاوطنی کے دوران ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو انھوں نے کہا تھا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ آپ ایک دروازے سے آؤ تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں۔ آپ سے صاحبان نظر اس قدر ناراض تھے اس لیے کہ انھیں اللہ کی ناراضگی کا بخوبی علم تھا۔ آپ کو اقتدار ملا، آپ کو مہلت دی گئی۔ یہ مہلت آپ نے گنوادی۔ اس ملک کی روحانی اساس عاشق رسول اور دربار رسالت کے عندلیب باغ حجاز علامہ اقبال سے وابستہ تھی۔

آپ نے لبرل اور سیکولر بننے کے شوق میں یوم اقبال کی تعطیل بھی منسوخ کر دی۔ اچھا ہوا آج آپ کا اقبال سے یہ تعلق بھی ختم ہوا۔ حیرت ہے کہ اب یہ اعزاز اس صوبے کے مردان افغان کو حاصل ہوا جن سے علامہ اقبال کی امیدیں وابستہ تھیں۔ اللہ نے اپنی تفریق واضح کر دی ہے۔ اس کے دھڑے کے لوگ ایک جانب اور مخالف دھڑے کے لوگ دوسری جانب۔ آپ کو اپنا دھڑا مبارک، لیکن میری نظر میں ان صاحبان نظر کے آنسو گھوم رہے ہیں جو بار بار ڈبڈبائی آنکھوں سے آسمان کی جانب صرف انصاف طلب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اپنے فیصلے نافذ کردے تو پھر اس زمین پر پناہ نہیں ملا کرتی۔ نشان عبرت بنا دیے جاتے ہیں وہ لوگ جو اس سے عہد کر کے مکر جاتے ہیں۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆بیٹی، عمر 30 سال، مطلقہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ کے لیے رجوع الی القرآن کورس کیا ہوا نیک، برسرروزگار، دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-7441447

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ مقامی تنظیم ٹوبہ کے ملتزم رفیق زاہد جاوید کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق جناب امداداللہ عزیز کے بھائی کا انتقال ہوگیا۔

☆ حلقہ اسلام آباد کے طاہر حیات کی چھوٹی ہمشیرہ فیصل آباد میں وفات پاگئیں۔

☆ اسلام آباد شرقی کے رفیق صدر حیات صاحب کے بھائی وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

چہرے کا پردہ: واجب یا مستحب؟

04 نومبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی:
☆ڈاکٹر حافظ محمد زبیر: اسسٹنٹ پروفیسر' کامساٹس انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی' لاہور
☆مفتی اویس پاشا قرنی: ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی' یاسین آباد' کراچی

میزبان: آصف حمید

سوال: پردہ کا لفظ کہاں سے آیا؟ اس کے معانی کیا ہیں؟

حافظ محمد زبیر: پردہ اردو زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اس حوالے سے دو الفاظ بطور اصطلاح استعمال ہوتے ہیں: حجاب اور ستر۔ حجاب کا لفظ قرآن مجید میں ہے جبکہ ستر ہمارے فقہی ذخیرے میں بہت زیادہ مستعمل ہے۔ پردے کے لغوی معنی اوٹ یا آڑ کے ہیں۔ پردہ بذاتِ خود کوئی دینی اصطلاح نہیں ہے' اس لیے حجاب کے حوالے سے بات کرتے وقت ہمیں لفظ چہرے کا اضافہ کرنا پڑتا ہے کہ چہرے کا پردہ۔

سوال: ستر اور حجاب کی اصطلاحوں کو واضح کیجیے۔

اویس پاشا: ستر اور حجاب ہم معنی بھی استعمال ہوتے ہیں' تاہم بعض افراد نے ان میں فرق بھی کیا ہے۔ حجاب یہ ہے کہ نامحرم افراد کے سامنے کس طرح چہرے کو بھی ڈھانک کر آنا ہے جبکہ ستر یہ ہے کہ محرم افراد کے سامنے کس طرح جسم کو ڈھانپنا ہے۔ فقہی اور شرعی اصطلاح درحقیقت ستر ہی ہے' جس کی کچھ درجہ بندی کی گئی ہے۔ اسلام نے پردے کے احکامات کی بنیاد اصلاً محرم اور نامحرم پر رکھی ہے۔ محرم افراد کے سامنے آتے ہوئے اسلام ایک مومنہ خاتون کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ وہ اپنے جسم کے تمام اعضاء کو ڈھانک کر رکھے البتہ چہرے کی ٹکیہ' ہاتھ اور پاؤں کو کھلا رکھا جا سکتا ہے۔ اس میں بھی خاتون خانہ کی گھریلو مصروفیات اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء نے ایک اور تقسیم کی ہے جسے ستر خفیف اور ستر غلیظ سے تعبیر کیا گیا۔ ستر خفیف میں وضو کے اعضاء شامل ہیں۔ بوقت ضرورت گھر میں محرم رشتہ داروں کے سامنے ان کا کھول لینا جائز ہے' البتہ ترغیب یہی ہے کہ وہ انہیں بھی ڈھانپ کر رکھے۔ ان کے علاوہ جسم کے باقی حصے کو ستر غلیظ سے تعبیر کیا گیا' جو محرم رشتہ داروں کے سامنے بھی ڈھانپا جائے گا۔ اس کے بعد پردے کا وہ درجہ ہے جو نامحرم افراد کے لیے ہے۔ ان کے سامنے عورت کو اپنے چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے۔ اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو پھر ہاتھ اور پاؤں پر دستانے اور جرابیں پہننا بھی مستحب ہے۔

سوال: محرم اور نامحرم کی بھی وضاحت کر دیجیے۔

حافظ محمد زبیر: اس کا آسان سا قاعدہ یہی ہے کہ جس سے کسی خاتون کا نکاح ہو سکتا ہو وہ اس کے لیے نامحرم ہے' اور جس سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا وہ اس کے لیے محرم ہے۔ نامحرم افراد میں سے کچھ قریبی رشتہ دار ہو جاتے ہیں' جیسا کہ دیور اور کزنز وغیرہ' تو ان سے عام طور پر ہمارے ہاں پردہ نہیں کیا جاتا لیکن جب خواتین گھر سے باہر نکلتی ہیں تو نقاب' برقع یا بڑی سی چادر اوڑھ لیتی ہیں۔

سوال: کیا رواجی پردے کی کوئی entity ہے؟

مرتب: محمد خلیق

حافظ محمد زبیر: رواجی پردہ کوئی شرعی اصطلاح تو نہیں ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ہماری تہذیب میں جو تبدیلیاں آئیں' معاشرے کے جو معیارات قائم ہوئے اس کے تحت یہ چیز بہت زیادہ پھیل گئی اور لوگوں نے اسی کو پردہ سمجھ لیا۔ اس سے مراد وہی لی جانے لگی جو شریعت میں آیا ہے۔ چنانچہ اس کو واضح کرنے کے لیے عصر حاضر میں بعض علماء نے یہ اصطلاح استعمال کی کہ شرعی پردہ صرف یہی نہیں ہے کہ خواتین باہر نامحرموں سے پردہ کر لیں بلکہ اگر گھر میں بھی ان کے کوئی نامحرم رشتہ دار ہیں تو ان سے بھی ان کو پردہ کرنا چاہیے۔

سوال: دینی اصطلاح میں چہرے کے پردے کی کیا حیثیت ہے؟ فرض' واجب یا مستحب؟

اویس پاشا: یہ کہنا کہ چہرے کے پردے کے حوالے سے اُمت میں دو آراء ہیں' صحیح نہیں۔ اُمت کا عمومی موقف یہی ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے۔ اس کی تفصیلات کے ضمن میں بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی کہ فتنے کے وقت واجب ہے ورنہ مستحب جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک چہرے کا پردہ علی الاطلاق واجب ہے۔

سوال: فقہ میں واجب اور مستحب کا کیا مقام ہے؟

اویس پاشا: واجب وہ شے ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے اور نہ کرنے کے نتیجے میں اس پر گناہ ہوتا ہے۔ فرض اور واجب میں ایک تکنیکی سا فرق ہے' لیکن عمل کرنے والے کے حق میں ان دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے اور ان کا چھوڑنا باعث گناہ ہے۔

سوال: اسلامی نظریاتی کونسل کی ایک حالیہ رولنگ کے مطابق چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے؟

اویس پاشا: کونسل کی سفارشات میں سے خبر بنانے کے لیے صحافیانہ انداز میں بعض باتوں کو زیادہ ہائی لائٹ کیا گیا ہے۔ اسے ایک علمی رائے کے طور پر لینا اور بعض فقہاء کی عبارات کو سمجھانے اور سمجھنے کے حوالے سے اس کا ذکر کرنا ایک علیحدہ بات ہے' ورنہ عامۃ الناس کے حق میں اگر یہ کہا جائے کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ آج اُمت کے تمام صحیح الاعتقاد مکاتب فکر کی رائے یہی ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے۔

سوال: قرآن وحدیث سے اس کی دلیل بیان کر دیجیے۔

حافظ محمد زبیر: اسلامی نظریاتی کونسل کے مولانا شیرانی کا بیان یہ تھا کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے۔ مستحب کے حوالے سے ہمارے ہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ مستحب ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے کہ آپ یہ کام کریں اور اس پر آپ کو ثواب ملے گا' لیکن اگر کسی نے چھوڑ دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہے۔ البتہ وفاقی شرعی عدالت کے فقہی مشیر ڈاکٹر محمد اسلم خاکی کا بیان زیادہ محل نظر ہے۔ ان کا یہ بیان کہ چہرہ کھلا رکھنا مسلمان خواتین کے لیے واجب ہے' ہماری اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی بھی کسی مکتب فکر کی طرف سے یا انفرادی طور پر بھی کسی فقہی رائے کے طور پر ہمارے سامنے نہیں آیا۔

> اُمت کے تمام صحیح الاعتقاد مکاتب فکر کی رائے یہی ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے۔ اسے مستحب قرار دینا درست نہیں۔

قرآن میں سورۃ الاحزاب کی آیات بہت واضح ہیں۔ آیت کے آغاز میں فرمایا گیا: ''اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں' اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی خواتین سے کہہ دیجیے۔'' یہ عمومی حکم ہے' صرف ازواج مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے۔ آگے فرمایا گیا: ''وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔'' عصر حاضر میں علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہاں پر مراد تو یہی ہے کہ وہ اپنا چہرہ اوڑھ لیں لیکن یہ حکم استحباب کے معانی میں ہے' فرض کے معانی میں نہیں ہے۔ تاہم اکثریت اس رائے کی قائل نہیں ہے۔ آگے جو آیات ہیں' خاکی صاحب نے وہاں سے دلیل لی ہے: ''یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو انہیں کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے۔'' (الاحزاب:59) ڈاکٹر اسلم خاکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ وہ پہچانی

> کوئی لڑکی اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے یا باہر کسی مرد سے ملنے کے لیے گھر سے برقع پہن کر نکلتی ہے تو وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر رہی ہے۔

جائیں تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کا چہرہ کھلا ہوگا تو وہ پہچانی جائیں گی' حالانکہ امام المفسرین ابن جریر طبری سے مفتی محمد شفیعؒ تک تقریباً 40 تفاسیر' جنہیں ہمارے ہاں بنیادی ماخذ کا درجہ حاصل ہے' سب کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد چہرے کا پردہ ہے۔ یہاں جلباب کو اوڑھنے اور لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنا چہرہ ڈھانپ لیں۔ معتزلہ' جو rationalist تھے' انہوں نے بھی اس کا یہی معانی بیان کیا ہے۔ عرب محاورے میں چہرے کو ڈھانکنے کے معانی میں یہی الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ اس ضمن میں صحیح بخاری کی ایک روایت بالکل واضح ہے جس میں واقعہ افک کا ذکر ہے۔ یہاں حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں کہ **فخمرت وجھی بجلبابی** یعنی میں نے اپنے جلباب سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ گویا انہوں نے قرآن کی اصطلاح جلباب استعمال کی۔

اویس پاشا: حضرت عائشہ ؓ نے یہ کہا کہ چونکہ آیات حجاب کے آنے سے پہلے حضرت صفوان ؓ مجھے دیکھ چکے تھے اس لیے انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ آیات حجاب کے نزول کے بعد عہد نبوی کی صحابیات چہرے کا پردہ کر رہی تھیں۔

سوال: آج بہت سی خواتین محض اپنی شناخت چھپانے کے لیے ایک ڈھانپ کے طور پر پردے کا سہارا لیتی ہیں۔ اب برقع یا پردہ اس بات کی پہچان نہیں رہ گیا کہ یہ کوئی محصنہ خواتین ہیں؟

حافظ محمد زبیر: اگر تو اس کو اللہ کا ایک حکم سمجھ کر اس پر عمل کیا جا رہا ہے تو اللہ کے ہاں اس کا اجر و ثواب ہے' لیکن اگر کوئی لڑکی اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے یا باہر کسی مرد سے ملنے کے لیے گھر سے برقع پہن کر نکلتی ہے تو وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر رہی ہے اور یہ پردہ اس کو کوئی فائدہ پہنچانے والا نہیں ہے۔

سوال: کیا برقعے کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جن کے ذریعے پردہ کیا جا سکتا ہے؟

اویس پاشا: قرآن حکیم نے دو الفاظ استعمال کیے۔ ایک خمار اور دوسرا جلباب۔ یہ دو چادروں کی صورتیں تھیں جو اس زمانے میں استعمال ہوا کرتی تھیں۔ اسی کی ایک جدید ترقی یافتہ صورت برقع ہے' جس میں باقاعدہ سلا ہوا کپڑا جسم پر پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر پہن لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر بڑی سی اوڑھنی یا چادر کے ذریعے سے بھی یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے کہ پورا جسم ڈھانپ لیا جائے سوائے آنکھوں کے تو اچھی بات ہے۔

سوال: برقع میں آج کل بڑے ڈیزائن آ گئے ہیں۔ اس سے یہ معاملہ پردے کی اصل روح سے متصادم نہیں ہو گیا؟

حافظ محمد زبیر: یہ بات درست ہے۔ کیپٹل ازم اس وقت ایک گلوبل اکنامک سسٹم ہے' جس نے ہمارے ہاں اسلام کو بھی بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ خاص طور پر خواتین کو مذہبی بنیادوں پر اپنی طرف کھینچنے کے لیے اور مذہب کے نام پر خرچ ہونے والے سرمائے کو اپنی تجوری میں لانے کے لیے اس قسم کے فیشن ایبل حجاب مارکیٹ میں متعارف کروائے جا رہے ہیں۔

سوال: کیا یہ جائز ہے کہ ایک عورت نے اس طرح کا رنگ دار لباس پہن کر اپنے جسم کو ڈھانپا ہوا ہے؟

اویس پاشا: اصل مقصد تو یہ تھا کہ وہ اپنی زیب و زینت کو چھپائے۔ اگر اس میں بھی زیب و زینت ہے تو پھر مقصد فوت ہو گیا۔ زیب و زینت کو اگر متعین کیا جائے تو ایک تو یہ کہ جسم کی ہیئت اور اس کی رنگت نہ جھلکتی ہو۔ اسی طرح سے کپڑوں کی زیب و زینت اور جو کچھ بقیہ زیب و زینت کا اہتمام کیا گیا ہے' ان سب کو ڈھانپ لیا جائے۔ یہ اصل مقصد ہے۔

سوال: آنکھیں بھی بہت کچھ بیان کر دیتی ہیں؟

اویس پاشا: چہرہ اپنی جگہ پوری شخصیت کا عکاس ہوتا ہے۔ آنکھیں بھی چہرے پر ہی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے جلباب کی جو تفسیر منقول ہے' اس میں یہاں تک تعین ہے کہ ایک آنکھ کھلی رہے اور ایک آنکھ ڈھانپ کر انہوں نے دکھایا کہ یہ ہے جلباب' اگر کہیں اس بات کی ضرورت ہو تو اس طرح اختیار کیا جائے گا۔

سوال: اگر ایک عورت چہرے کا پردہ نہیں کر رہی تو کیا یہ برائی اس کے باقی نیک اعمال کو فاسد کر دے گی؟

اویس پاشا: اس طرح سے تقابل نہیں کرنا چاہیے۔ دین کے مختلف اعمال میں سے جو جس قدر عمل کرے' وہ اتنا اچھا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چہرے کا پردہ نہ کرنا بھی گناہ ہے اور غیبت کرنا بھی گناہ ہے۔ لوگ طنزاً کہتے ہیں کہ دیکھو نمازیں پڑھتا اور ناپ تول کی کمی بھی کرتا ہے۔ اسے یوں دیکھنا چاہیے کہ نماز پڑھنا اس کی اچھائی ہے' ناپ تول میں کمی کرنا اس کی برائی ہے۔

سوال: اسلامی نظریاتی کونسل کی حالیہ رولنگ میں ذکر ہے

> اگر حجاب اور برقعے میں بھی فیشن کی پیروی کی جائے گی اور جسم' رنگت اور لباس کی زینت کی چھپایا نہیں جائے گا تو پردے کا اصل مقصد فوت ہو گیا۔

کہ فتنے کے دور میں چہرے کا پردہ کرنا واجب ہے۔ یہ فتنے کا دور کب ہوتا ہے؟

حافظ محمد زبیر: ہمارے فقہی ذخیرے میں ''فتنے کا دور'' کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے۔ اصل میں اس کو صحیح طرح سے ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ عند الفتنة کا مطلب فتنے کا دور نہیں ہے۔ اس سے مراد فتنہ کی کیفیت ہے' ایک حالت ہے جو کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔ اس کا تعلق کسی زمانے سے نہیں ہوتا۔ آج فتنہ ہے' کل نہیں ہوگا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں اگر پردے کے احکامات تھے اور نہ صرف ازواج مطہرات بلکہ عام صحابیات بھی پردہ کر رہی تھیں تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ

دور فتنے کا تھا اور آج ہم پُر امن حالات میں ہیں؟

اویس پاشا: آج اس بات کا تعین نہیں کیا جا سکتا یا ہر ایک کو یہ اختیار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ دیکھتا رہے کہ اب فتنہ ہے یا نہیں۔ اس طرح سے احکامات اسلامیہ منتشر ہو جائیں گے۔ چونکہ اکثر مواقع پر فتنہ ہے اس لیے یہی کہا جائے گا کہ آج چہرے کا پردہ واجب ہے۔ اسی سے دین کی حفاظت بھی ہے اور وہ مقاصد بھی پورے ہو رہے ہیں جن کے لیے اسلام نے یہ احکامات دیے ہیں۔

حافظ محمد زبیر: اس کی تشریح کے لیے یہ حدیث بھی رہنمائی دیتی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب ہم

> عند الفتنة کا مطلب فتنے کا دور نہیں ہے۔ اس سے مراد فتنہ کی کیفیت ہے' ایک حالت ہے جو کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔ اس کا تعلق کسی زمانے سے نہیں ہوتا۔

اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ عمرے کے لیے جا رہی ہوتی تھیں تو راستے میں جب قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنا گھونگھٹ نکال لیتی تھیں' اپنا چہرہ چھپا لیتی تھیں اور جب وہ گزر جاتے تھے تو دوبارہ اپنی اصل کیفیت میں آ جاتی تھیں۔ چہرے کے پردے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ اسلام آباد جا رہے ہیں اور راستے میں فتنے کے مواقع نہیں ہیں یعنی ارد گرد نامحرم لوگ موجود نہیں ہیں تو وہ پھر بھی سارے راستے میں پردہ ہی کیے جائیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اگر عورت گھر سے باہر نکلی ہے تو اسے ہر لمحے کوئی ایسی صورت پیش آ گئی ہے کہ وہ فتنے میں پڑ جائے یا اس کی وجہ سے کوئی مرد فتنے میں پڑ جائے۔

سوال: ڈاکٹر ذاکر نائیک اور جاوید احمد غامدی چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے کیا دلائل ہیں؟

حافظ محمد زبیر: عصر حاضر میں جن لوگوں نے چہرے کے پردے کو فرض نہیں کہا ان میں ایک بڑا نام علامہ البانیؒ کا ہے۔ بلاشبہ وہ بہت بڑے محدث تھے لیکن ان کی یہ رائے انفرادی ہے۔ مشرق وسطیٰ اور سعودی عرب میں بھی کبار علماء کی اکثریت چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتی ہے۔ ہمارے ہاں جو لوگ علامہ البانیؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں' وہ اصل میں انہی کی پیروی اور اتباع میں انہی کی رائے کو بیان کر رہے ہوتے ہیں۔

سوال: علامہ البانیؒ کی کیا دلیل ہے؟

حافظ محمد زبیر: ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن وسنت میں چہرے کے پردے کا حکم موجود ہے لیکن یہ حکم بطور استحباب ہے۔

اویس پاشا: علامہ البانیؒ ایک بڑے عالم تھے' اور ہر بڑے عالم کے کچھ تفردات بھی ہوتے ہیں۔ اگر آپ ان کا اپنا عمل دیکھیں کہ وہ خود یہ کہتے ہیں کہ میں اپنی بیٹیوں کو چہرے کا پردہ کراتا ہوں۔ چنانچہ یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے کہ علماء کے تفردات لے لیے جائیں اور اس بارے میں اُمت کی مجمع علیہ رائے سے انحراف کیا جائے۔

سوال: جاوید احمد غامدی کہتے ہیں کہ یہ عرب معاشرے کی ثقافت تھی جس کی بنیاد پر وہ کر رہے ہیں۔ اس کا جواب کس طرح دیا جا سکتا ہے؟

حافظ محمد زبیر: غامدی صاحب کا موقف تو بہت کھلا ڈھلا ہے۔ یہ صرف چہرے کے پردے تک محدود نہیں بلکہ اس میں سر کے بالوں کا کھلا رکھنا' گردن کا کھلا ہونا' سینہ کا نظر آنا یہ ساری چیزیں بھی شامل ہیں۔ ان معاملات میں وہ بہت آگے چلے گئے ہیں۔ اس موقف میں وہ بالکل اکیلے ہیں اور illogical ہیں۔ وہ تو دوپٹہ کو بھی محض ایک تہذیبی روایت قرار دیتے ہیں!

سوال: وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ حج میں عورتوں نے چہرہ کھلا رکھا ہوتا ہے؟

حافظ محمد زبیر: صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جو احرام والی عورت ہے وہ نقاب نہ کرے۔ یہ حکم واضح ہے' لیکن نقاب نہ کرنے کا حکم ہی یہ بھی بیان کر رہا ہے کہ حالت احرام کے علاوہ میں نقاب ہے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ منع کر رہے ہیں کہ حالت احرام میں تم نے نقاب نہیں کرنا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ احرام کی حالت سے جب وہ باہر نکلے گی تو اس نے نقاب کرنا ہے۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ حج عبادات میں سے ہے۔ اسی طرح نماز کے بارے میں بھی یہ مباحث وجود ہیں کہ اس میں عورت اپنا چہرہ ڈھانپے کہ نہ ڈھانپے۔ اس ضمن میں مختلف آراء ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ نقاب اصل میں سلے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں جو خاص اس مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ حج میں ہم سلا ہوا کپڑا استعمال نہیں کرتے۔

سوال: قرآن مجید میں ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ کیا بے پردہ ہونا بھی اس کا ایک داعیہ بنتا ہے؟

اویس پاشا: ہر شے کے کچھ مقدمات ہوتے ہیں' یعنی کسی بھی حتمی نتیجہ تک کوئی شخص پہلے ہی قدم میں نہیں پہنچ جاتا۔ کچھ ابتدائی محرکات ہوتے ہیں جن پر جب انسان چل پڑتا ہے تو آخر کار وہ کہیں پہنچ جاتا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ اسلوب کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ دراصل اس بات کی طرف ہدایت اور راہنمائی کر رہا ہے کہ وہ سارے داعیات' محرکات اور ذرائع جن کا حتمی نتیجہ یہ کھلی بے حیائی ہے ان سب سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اس میں پردے کا اہتمام' ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنا اور ایسی تمام چیزوں سے اجتناب جو فتنے کا باعث بن سکتی ہیں' سب شامل ہیں۔

سوال: آواز کا بھی پردہ ہے؟

حافظ محمد زبیر: آواز کا پردہ اس طرح کا نہیں ہے۔ اگر عورت کوئی مغنیہ ہو' خوبصورت آواز میں گائے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ البتہ بات چیت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس پر پابندی یہ لگائی گئی کہ لوچ دار آواز میں بات نہیں ہونی چاہیے۔ لہجے میں اتنی نرمی نہ ہو کہ جس سے اگلے کو احساس ہو اور وہ آپ کی طرف مائل ہو جائے۔

سوال: بولائٹ انداز میں بات ہو سکتی ہے؟

اویس پاشا: اس بات سے منع کیا جا رہا ہے تا کہ وہ کسی بھی طرح رغبت کا ذریعہ نہ بن جائے۔ نماز تک میں یہ حکم دیا گیا کہ امام کو کسی غلطی پر اگر مرد متوجہ کریں گے تو وہ

> مرد اور عورت کے درمیان تعلق میں اصل رکاوٹ حجاب' بمعنی حیا' لحاظ' شرم' جھجک ہے۔ اگر تنہائی نقاب میں بھی ہو گی تو حجاب کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے۔

سبحان اللہ کہیں گے جبکہ خاتون ہاتھ پر ہاتھ مار کر جو آواز پیدا ہوتی ہے اس سے متوجہ کرے گی۔ لہٰذا فتنے کے جو بھی ذرائع ہیں' ان کا دین نے راستہ روکا ہے۔

سوال: اگر بیوی پردے کے حوالے سے شوہر کا حکم نہیں مانتی تو وہ کتنی گناہ گار ہے؟

حافظ محمد زبیر: اگر بیوی سمجھتی ہے کہ یہ مباح کے درجے میں آتا ہے' پھر بھی اس معانی میں کہ شوہر انتظامی

معاملات میں اس کو کسی بھی چیز کا پابند کر سکتا ہے‘ اس کے لیے یہ حکم ماننا لازم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ شوہر کی اطاعت نہیں کرے گی تو اس معاملے میں وہ گناہ گار قرار پائے گی۔

اویس پاشا: اسے مثبت طور پر اس طرف آنا چاہیے کہ یہ اللہ کا حکم ہے‘ اور اس امر کو ایک سہولت اور سعادت سمجھنا چاہیے کہ اس کا شوہر اس سے دین ہی کا تقاضا کر رہا ہے۔

سوال: اگر بیوی پردہ کرنا چاہتی ہے لیکن شوہر روک دیتا ہے تو گناہ گار کون ہے؟ پھر بیوی کے لیے کیا حکم ہوگا؟

حافظ محمد زبیر: اس کے لیے ایک فقہی قاعدہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر دو قسم کے ضرر سامنے آ جائیں‘ یعنی یہاں بھی فتنہ ہے اور وہاں بھی فساد ہے‘ تو پھر یہ دیکھیں گے کہ ہلکا فتنہ کون سا ہے۔ مثلاً شوہر نے کہا اگر تم پردہ کرو گی تو میں طلاق دے دوں گا۔ یہاں طلاق بڑا ضرر ہے‘ جس سے فیملی تباہ ہو جائے گی‘ نفسیاتی مسائل پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ایک بڑے ضرر سے بچنے کے لیے اگر چھوٹا ضرر اختیار کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ ایسے میں شوہر گناہ گار ہوگا‘ بیوی گناہ گار نہیں ہے اگر وہ مصالحت کرے۔

اویس پاشا: اصلاح کی کوشش کرے۔

سوال: آج کل طبی وجوہ یا پھر ملازمت کے تقاضوں کے باعث خواتین مجبوراً چہرے کا پردہ نہیں کر پاتیں؟

حافظ محمد زبیر: طبی بنیادوں پر چہرے کا پردہ نہ کر سکنا تو ایک شرعی عذر ہے۔ تمام فقہاء اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اسی طرح عورت گواہی کے لیے جج کے سامنے چہرہ کھلا رکھ سکتی ہے۔ البتہ یہ احتیاط لازمی ہے کہ اتنا ہی حصہ کھولے جس کی ضرورت ہے۔ زیب و زینت اختیار کر کے نہ جائے۔ ملازمت کے حوالے سے اگر عورت بیوہ ہے اور گھر کی واحد کفیل ہے تو وہ ملازمت جاری رکھ سکتی ہے۔ لیکن اگر گھر کے اخراجات شوہر اٹھا رہا ہے اور بیوی صرف آسائشات کے لیے ملازمت کر رہی ہے تو پھر اللہ کے حکم کو ترجیح دینی چاہیے۔

سوال: کیا خواتین مخلوط تعلیمی کلاسز میں پڑھ سکتی ہیں؟

اویس پاشا: اگرچہ بعض خواتین پردے کے تقاضے پورا کرنے کا اہتمام کرتی ہیں لیکن اس پر بھی غور کیا جائے کہ کیا ان کے لیے اپنے دین کو خطرے میں ڈال کر کالج‘ یونیورسٹی کا رخ کرنا ضروری ہے! اگر انہیں دینی اور دنیوی اعتبار سے ضروری تعلیم گھر پر فراہم کر دی جائے تو پھر اس کے لیے باہر جانا اپنی جگہ خود ایک سوالیہ نشان ہے۔

حافظ محمد زبیر: اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ آئیڈیل اپروچ کیا ہونی چاہیے۔ اس کے تحت خواتین کے تعلیمی ادارے علیحدہ ہونے چاہئیں جس کے لیے وسائل درکار ہیں۔ دوسرے یہ کہ موجودہ صورت حال میں کیا ہو سکتا ہے۔ اس میں معاشرے کو گائیڈ کیا جا سکتا ہے کہ لوگ ممکن حد تک دین پر عمل پیرا ہوں۔ اس حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر نقاب کر لیا تو اس سے پردے کا تقاضا پورا ہو گیا‘ حالانکہ مرد اور عورت کے درمیان تعلق میں اصل رکاوٹ حجاب بمعنی حیا‘ لحاظ‘ شرم‘ جھجک ہے۔ آج یونیورسٹیز میں حجاب والی لڑکیاں بھی لڑکوں کے ساتھ بے تکلفی سے میل جول کرتی نظر آتی ہیں۔

> حج میں نقاب نہ کرنے کا حکم اس لیے ہے کیونکہ حج ایک عبادت ہے۔ پھر یہ کہ نقاب سلا ہوا کپڑا ہوتا ہے جبکہ حج میں سلا ہوا کپڑا استعمال نہیں کیا جاتا۔

نقاب اصل میں شعائر اسلام میں سے ہے۔ معاشرے میں زیادہ واقعات خلوت میں ہوتے ہیں جس میں لڑکیاں گھروں سے بھاگ جاتی ہیں۔ اگر تنہائی نقاب میں بھی ہو گی تو حجاب کے تقاضے پورے نہیں ہو رہے۔ اگر ایک خاتون خلوت اختیار نہیں کرتی تو چاہے وہ چہرے کا پردہ نہ بھی کر رہی ہو‘ حجاب کا ایک بڑا تقاضا پورا کر رہی ہے۔ اس چیز کو مدنظر رکھنا چاہیے‘ جو ہمارے ہاں مٹتی جا رہی ہے۔

سوال: مردوں کے لیے پردے کے کیا احکام ہیں؟

حافظ محمد زبیر: مردوں کے لیے بھی غض بصر کا حکم ہے کہ اپنی نظروں کو دبا کر رکھیں۔ نظروں میں آوارگی نہیں ہونی چاہیے بلکہ شرم و حیا ہو۔

سوال: سورۃ الاحزاب میں گھر کے باہر کے احکامات ہیں۔ یہ تخصیص فقہاء کی ہے یا نبی اکرم ﷺ نے کی ہے؟

حافظ محمد زبیر: وہ تو خود قرآن نے کہہ دیا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت 53 کا context کہہ رہا ہے کہ یہ گھر کی بات ہو رہی ہے۔

سوال: ہر چیز کی ایک exception ہوتی ہے۔ کن حالات میں عورت کو چہرے کا پردہ نہ کرنے کی رعایت مل سکتی ہے؟

اویس پاشا: مگر استثنائی صورت rule نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو کوئی مرض لاحق ہے تو وہ مفتی سے فتویٰ لے کر اس کے مطابق عمل کرے۔ بہرطور‘ خصوصی واقعات عمومی رولز نہیں بنا کرتے۔ ہر کوئی اس کا سہارا نہ لے۔

سوال: عورت بازار جائے تو کیا احکامات ہیں؟

حافظ محمد زبیر: ستر و حجاب کے احکامات کا لحاظ کرے۔ جھجک اور رکاوٹ ہو اس کی آواز میں بھی‘ حرکت میں بھی اور لباس میں بھی۔ جب تک فاصلہ برقرار رہے گا‘ ان شاء اللہ وہ فتنے سے دور رہے گی۔

سوال: فرانس میں حجاب پر پابندی لگا دی گئی۔ مغربی دنیا میں ایسی حرکتیں کیوں ہو رہی ہیں؟

حافظ محمد زبیر: اس کا ایک پہلو گلوبل اکنامک سسٹم ہے۔ حجاب سے ان کے معاشی مفادات متاثر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عورت اپنے گھر سے حجاب میں باہر نکلتی ہے تو وہ اصل میں بلین ڈالر کی میک اپ انڈسٹری کے خلاف جنگ کا آغاز کرتی ہے۔ ایڈورٹائزنگ انڈسٹری کے ذریعے انہوں نے ایک حبشن کو بھی یہ یقین دلا دیا ہے کہ اس کا رنگ گورا ہو سکتا ہے۔ آج رنگ گورا کرنے والی کریموں کی 70 فیصد فروخت افریقی ممالک میں ہوتی ہے۔

سوال: مسلمان خواتین کی ایک عظیم اکثریت پردہ نہیں کر رہی۔ ان کو کیا راہنمائی دی جا سکتی ہے؟

حافظ محمد زبیر: ہمارا انداز داعیانہ ہونا چاہیے‘ مفتیانہ نہیں۔ پردہ دین کا ایک حصہ ہے‘ کل دین نہیں ہے۔ بہت سارے گناہ متعدی ہیں جبکہ کچھ ایسے ہیں جن کا تعلق آپ کی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ ایک دین دار خاتون کا معیار صرف پردے کو بنا لینا صحیح نہ ہوگا۔

اویس پاشا: بات کا آغاز اسلام کے پورے معاشرتی نظام کو اختیار کرنے کے حوالے سے ہونا چاہیے۔ معاشرے کے بہت سے مسائل اس سے حل ہو جاتے ہیں۔ جہاں اختلاط کی نوبت آتی ہے وہاں یہ اصول دے دیا گیا کہ محرم الگ ہیں اور نامحرم الگ ہیں۔ ستر و حجاب کے احکامات کی پابندی کی جائے۔ اس حوالے سے ترغیب و تشویق اور اصلاح کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہونا چاہیے۔

> اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ’’خلافت فورم‘‘ کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے خلافت کا وعدہ

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

جامعۃ انوار العلوم دھیر کوٹ، آزاد کشمیر کے مہتمم مولانا سلیم اعجاز نے بذریعہ موبائل فون اپنے ادارے میں آنے کی دعوت دی جو ان کے شکریے کے ساتھ قبول کی اور25 اکتوبر2015ء صبح پونے 10 بجے ان کے ہاں حاضری ہوئی۔ مولانا محترم نے عزت افزائی فرمائی اور اپنے اساتذۂ کرام کے ساتھ ملاقات کا موقع فراہم کیا۔ تعارفی گفتگو کے بعد ناچیز نے اساتذہ کی خدمت میں سورۃ النور آیت55 اوردواحادیث مبارکہ کا ہدیہ پیش کیا۔ مولانا سلیم اعجاز کی اجازت سے اساتذۂ کرام کے ساتھ ہونے والی بات چیت ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

میری درخواست پر آیت مبارکہ کی تلاوت کا شرف جامعۃ کے ایک محترم استاذ صاحب نے حاصل کیا۔ چونکہ یہ علماء کرام کی محفل تھی لہٰذا آیت کا ترجمہ کرنے کی بجائے میں نے اساتذہ سے سوال کیا کہ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے جو خلافت کا وعدہ فرمایا ہے، وہ پورا ہو گیا یا ابھی پورا ہونا ہے؟ ایک استاذ صاحب نے جواب دیا کہ یہ وعدہ خلافت راشدہ کی صورت میں پورا ہو چکا ہے، لیکن کچھ دوسرے اساتذہ کی رائے یہ تھی کہ وعدہ ابھی پورا ہونا باقی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خلافت راشدہ کی صورت میں ایک نمونۂ عمل امت مسلمہ کے سامنے آ گیا اور ایک طرح سے اتمام حجت ہو گئی کہ نبی ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے باوجود حضرات صحابہ کرامؓ نے آسمانی بادشاہت کا کیسا خوب صورت ماڈل پیش کر دیا۔ قرآن مجید میں وارد خوشخبری ویکون الدین کلہ للہ (ایک وقت آئے گا کہ دین یعنی نظام حیات سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ہو جائے گا) اسی وقت پوری ہو گی جب سارے عالم میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو جائے گی۔ اس بات کی تائید کے لیے راقم نے دو احادیث پیش کیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس وعدہ کی تکمیل اس وقت ہو گی جب کل روئے ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا، پس میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے دیکھے، عنقریب میری امت کا دائرۂ اقتدار وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک میرے لیے زمین سکیڑ دی گئی''۔ اس روایت میں زمین سے مراد صرف حجاز مقدس نہیں بلکہ پوری زمین ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ خلافت راشدہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا تو پھر اس حدیث کا مفہوم سمجھ میں نہیں آئے گا۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ متذکرہ بالا آیت کا مصداق کامل تو کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کے غلبے کی شکل میں ہی ہو گا اور اسی کی پیشین گوئی اس حدیث میں کی گئی ہے۔

دوسری روایت سیدنا نعمان بن بشیرؓ کی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہد نبوت) کو ختم کر دے گا۔ (اس کے بعد) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم رہے گی، جب تک اللہ (اسے قائم رکھنا) چاہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا، تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر اس کی جگہ کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہو جائے گی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہو گا، جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہو جائے گی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے''۔

اس روایت میں امت مسلمہ کی تاریخ کے جن پانچ ادوار کا ذکر ہے، ان میں چار تو گزر چکے ہیں۔ پانچواں ابھی باقی ہے۔ اسی پانچویں دور پر ہی اللہ کے اس وعدے کی تکمیل ہو گی جو سورۃ النور کی آیت 55 میں کیا گیا ہے۔ اس وقت امت مسلمہ دوراہے پر کھڑی ہے۔ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی واضح پیشین گوئیاں ہیں اور دوسری طرف عالمی حالات ہیں۔ اگر عالمی حالات کو سامنے رکھا جائے تو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔ لیکن اگر نبی ﷺ کی پیشین گوئیوں کو پیش نظر رکھا جائے تو نہ صرف یہ کہ امید کی کرن روشن ہے بلکہ عالمی نظام خلافت کے قیام کے امکانات بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ ہماری دینی سیاسی جماعتیں اور علمائے کرام اگر پاکستان میں اس کی جدوجہد کریں تو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی راہیں ہموار ہو سکتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عالم انسانیت اس وقت ایک ایسے نظام کی تلاش میں ہے جو انسانوں کے تمام دکھوں کا مداوا کر سکے، اور وہ سوائے اسلام کے عادلانہ نظام کے کہیں اور نہیں ہے۔ دنیا سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام سے بری طرح ڈسی جا چکی ہے اور اب وہ متبادل کی جستجو میں ہے۔ اس وقت اگر کسی ایک خطۂ زمین پر اسلام کا عادلانہ نظام قائم کر دیا جائے، تو دنیا اس کی طرف لپکے گی۔ کاش مسلمانوں کو اس امر کا احساس ہو جائے۔ علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس احساس کو اجاگر کریں۔ ان کی تعلیم و تعلم کا سب سے بڑا ہدف یہی ہونا چاہیے۔

گفتگو کے اختتام پر محسوس ہوا کہ خلافت کے بارے میں وعدۂ الٰہی کا احساس و شعور ابھی مفقود ہے۔ اس کی ایک وجہ تو علمائے کرام کی جمہوریت نامی ''نیلم پری'' سے بے جا توقعات ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جمہوری راستے سے ہی دین کی سربلندی کا کام جاری رہنا چاہیے، حالانکہ ملک پاکستان میں 68 سالہ تجربہ گواہ ہے کہ یہ ایک سعی لاحاصل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

تنظیمی اطلاع

ڈاکٹر عبدالسمیع کا نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان اور پروفیسر خلیل الرحمٰن کا نائب ناظم اعلیٰ برائے نگرانی مکتبہ جات و مطبوعات تقرر

مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 اکتوبر 2015ء میں امیر محترم نے مشاورت کے بعد پروفیسر خلیل الرحمٰن کے جسمانی عوارض کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسمیع کا بطور نائب ناظم اعلیٰ، وسطی پاکستان تقرر فرمایا۔ پروفیسر خلیل الرحمٰن کا بطور نائب ناظم اعلیٰ برائے نگرانی مطبوعات و مکتبہ جات تقرر فرمایا۔

دل کیا ہے، دل میں کیا ہے!

عبداللہ طارق سہیل کے کالم سے اقتباس

عدالت کے ریمارکس کبھی تو فیصلوں سے بھی زیادہ ”موثر“ ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں اعلیٰ عدلیہ نے سود کے خلاف درخواست مسترد کر دی، یہ کہتے ہوئے کہ سود جرم ہے تو اللہ پوچھ لے گا۔ اگر یہ ریمارکس ریکارڈ کا حصہ بنا لیے جائیں تو پھر کیا اس کا یہ مطلب نکالنا غلط ہوگا کہ عدلیہ ملکی خزانے پر غیر ضروری بوجھ ہے۔ جو بھی جرم ہے، اس کا اللہ ہی پوچھے گا، عدالت کی کیا ضرورت۔ جج نے جواب ریٹائر ہو چکے ہیں، یہ بھی کہا کہ سود پر سماعت کر کے ہم عدلیہ کے باہر مدرسہ نہیں لگا سکتے۔ شاید ایسے ریمارکس عاصمہ جہانگیر کے منہ سے پھسل جاتے تو اب تک کتنے ہی علماء کے فتاویٰ آ چکے ہوتے اور کتنے ہی جلوس نکل چکے ہوتے لیکن مکمل خاموشی ہے۔ چلیے، اچھی بات ہے، معاشرے میں عدلیہ کا احترام بھی ہے اور توہین عدالت کا ڈر بھی۔ ایسا ڈر کہ خدا اور رسولؐ کے احکامات کو ”مدرسہ لگانے“ کی پھبتی کی نذر کرنے کو توہین رسالت کہنے کا بھی کسی میں یارا نہیں۔

غنیمت ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تنظیم اسلامی نے اس کا نوٹس لیا۔ اس پر ایک مظاہرہ بھی کیا لیکن توہین عدالت کے ڈر سے کسی اخبار نے اس کی دو سطری خبر بھی نہیں چھاپی۔ تنظیم اسلامی ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اہل دانش کا انبوہ رکھتی ہے۔ اس کے موثر ماہنامے ”میثاق“ نے اس ماہ اس بارے میں ایک اداریہ لکھا ہے۔ محترم حافظ عاکف سعید کا یہ اداریہ قابل مطالعہ ہے، واجب المطالعہ ہے، کاش زیادہ سے زیادہ لوگ اسے پڑھ پاتے۔ تنظیم ہی کے جریدے ”ندائے خلافت“ نے بھی اس بارے میں مضمون شائع کیے ہیں۔ جناب مولانا فضل الرحمٰن، جناب سراج الحق، جناب حافظ سعید، صاحبزادہ ابوالخیر اور انس نورانی انہیں پڑھ سکیں تو شاید ایک بیان (فی کس) جاری فرمانے کا خیال آ جائے۔ رہی مسلم لیگ کی بات تو اس میں راجہ ظفر الحق جیسے پکّا کار اب انہیں چھوڑ کر باقی سارے لیگی رہنما سود کے ساتھ جنم جنم کے پھیرے لے چکے۔ حمید گل زندہ ہوتے تو وہ کیسے چپ رہ سکتے تھے۔ حیرت کا یہی عالم اخبارات میں بھی ہے۔ کسی نے کچھ نہیں لکھا سوائے انصار عباسی کے۔ ان کا کالم کثیر الاشاعت اخبار میں ہوتا ہے لیکن ایک تو اکیلا ہی ہوتا ہے۔ حفیظ اللہ نیازی بھی کچھ لکھ دیتے تو ایک سے دو بھلے والا معاملہ ہو جاتا۔ (بشکریہ ”جہان پاکستان“)

سودی نظام کے خاتمہ کی جدوجہد

تحریک انسداد سود پاکستان کی جانب سے 2 نومبر 2015ء کا جاری کردہ پریس ریلیز

گوجرانوالہ شہر کی مختلف دینی جماعتوں اور تاجر برادری کے راہ نماؤں کے ایک مشترکہ اجلاس میں صدر پاکستان جناب ممنون حسین سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اسلامیان پاکستان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے غازی ممتاز حسین قادری کی سزائے موت کو معاف کرنے کا اعلان کریں۔ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ دستور کی واضح ہدایات کے مطابق ملک میں سودی نظام کے خاتمہ کے لیے فوری عملی اقدامات کیے جائیں۔ یہ اجلاس چیمبر آف کامرس کے ہال میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے راہ نما مولانا مشتاق احمد چیمہ کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، جماعت اسلامی کے راہ نما جناب مظہر اقبال رندھاوا، جمعیت علماء اسلام (ف) کے ضلعی سیکرٹری جنرل چودھری بابر رضوان باجوہ، جمعیت علماء اسلام (س) کے ضلعی امیر حافظ گلزار احمد آزاد، اور تاجر راہ نماؤں حاجی نذیر احمد جموں والے، اور میاں فضل الرحمٰن چغتائی کے علاوہ مولانا نواز فاروقی، مولانا جواد قاسمی، مفتی محمد نعمان، مولانا محمد عبداللہ راتھر اور دیگر حضرات نے خطاب کیا۔

مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان کے اسلامی تشخص کا تحفظ اور ناموس رسالتؐ کی پاسداری ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اس لیے صدر مملکت کو چاہیے کہ وہ سیکولر حلقوں کے دباؤ میں آنے کی بجائے ملک کے عوام کے جذبات کا خیال رکھیں اور ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے تقاضوں کو پورا کریں۔ مقررین نے کہا کہ سودی نظام کا خاتمہ ہماری دینی ضرورت کے ساتھ ساتھ دستوری تقاضا ہے اور ملکی معیشت کو بین الاقوامی استحصال سے نجات دلانے کا راستہ بھی ہے، اس لیے حکومت ٹال مٹول سے کام لینے کی بجائے دستوری ہدایات پر فوری عمل درآمد کا آغاز کرے۔

اجلاس میں تحریک انسداد سود پاکستان کی طرف سے ماہ نومبر کو پاکستان کے اسلامی تشخص کے تحفظ اور سودی نظام کے خاتمہ کی خصوصی جدوجہد کے طور پر منانے کے فیصلے کی حمایت کی گئی اور طے پایا کہ گوجرانوالہ میں اس سلسلہ میں دو نمائندہ اجتماعات ہوں گے۔ نومبر کے دوسرے ہفتہ کے دوران تاجر برادری کی طرف سے سیمینار منعقد کیا جائے گا اور مہینہ کے آخری عشرہ میں علماء کرام، دینی کارکنوں اور دیگر طبقات کے نمائندوں کا مشترکہ کنونشن منعقد کیا جائے گا جس کی میزبانی مرکزی جمعیت اہل حدیث کرے گی۔ خطبات جمعہ میں ملک کے اسلامی تشخص کے تحفظ، سودی نظام کے خاتمہ، عقیدۂ ختم نبوت و ناموس رسالتؐ کی پاسداری، ملکی سالمیت و دفاع کے دینی تقاضوں کے عنوانات پر علماء کرام تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔ اجلاس میں سیٹلائیٹ ٹاؤن تھانہ گوجرانوالہ میں انسداد سود ایکٹ کے تحت ایک پرائیویٹ سود خور شہری کے خلاف مقدمہ کے اندراج کا خیر مقدم کیا گیا اور دینی کارکنوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے علاقوں میں نظر رکھیں اور انسداد ایکٹ کے تحت مقدمات کے اندراج کا اہتمام کریں۔

☆☆☆

دعائے صحت

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق راحیل گوہر صدیقی کی صاحبزادی شدید بیمار ہیں اور آئی سی یو میں ہیں۔

☆ حلقہ کراچی شمالی کے جناب عبدالقیوم، پتے میں پتھری کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہیں۔

☆ حلقہ کراچی شمالی کے ملتزم رفیق محمد خرم اکرم کے والد محترم ایک حادثے میں زخمی ہو کر ہسپتال میں داخل ہیں۔

☆ حلقہ کراچی شمالی کے جناب غلام فرید کی ہمشیرہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کی سرجری ہونی ہے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے محمد اشفاق کی طبیعت ناساز ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

Religion's view on ea0rthquakes: A counter narrative

Ibn e Abdul Haq

There has been a visible surge in recent years of a purely materialistic and essentially secular narrative regarding the occurrence of natural calamities such as tsunamis, earthquakes, floods, hurricanes, tornadoes, bush fires etcetera. The common denominator in all such discourse is as follows: 'Acts of nature' ought to be defined in terms of 'rational though and on the basis of 'scientific explanation' alone, with no need whatsoever to even entertain any alternative explanation provided by religion, simple because of the 'fact' that religion is 'outdated, superstitious, mythological and irrational' with no other purpose than to 'haunt, blame and fix responsibility on people at large for their sins, thus causing widespread panic.' At least that is what the 'liberalists' and 'modernists' of the day claim.

In this article, there is no intention of belittling the massive role that modern developments in science and technology have played in improving human life. Nor is there any intention to play a 'blame game' and 'crucify' people for what is considered unethical or immoral amongst almost every religion. The whole idea behind this write-up is to caution against a growing shade of extremism using secularism as its front. This radicalized version of modernism is marginalizing religion to such an extent that a religious viewpoint on a matter is not even entertained in any serious academic dialog. This, in broad terms, is what we call *the secularization thesis* and it is bearing more hardship in the practical lives of those who have faith in religion than mere academic discussions. Ironically, this unpleasant face of secularism has not emerged overnight. Your children are less likely to be committed to Islamic faith and practice than you are. In broad terms, that is *the secularization thesis*. Especially for those who take their faith seriously, there is hardly an academic debate where they would be taken as serious speakers. In conservative circles, secularization usually conjures the image of a cabal of cultural and intellectual elites, moving stealthily between Islamabad, Karachi, Peshawar, Lahore and on the NEWS to drive religion out of public life. The enemy is obvious and, more importantly, external. According to the secularization thesis, secularization is a lot more complicated, subtle, and unintentional as compared to liberalism. Secularization is the implementation stage of the liberal-secular ideology. It is, thus, the process based on a sinister ideology. The truth is that we are no longer passive victims but part of the process in all sorts of ways every day.

As mentioned earlier, religion does not refute the scientific cause and effect to phenomena that occur in nature. It simply announces that there is 'an Embryonic pre-cause' of the material cause and effect that science can observe, i.e., an Eternal Deity in control of all tangible and intangible occurrences in the universe. Islam calls that Eternal Deity – Allah. It is because Allah has created this world to exist for a certain period of time that people are born and they die. The universe itself and time both move in one direction only, which science refers to as entropy (disorder and decay). Natural calamities play the role of vehicles for this cycle of life and death. Call them catalysts of change, if you may. They follow exactly the same scientific rules as experienced by the rest of the material universe.

The intentions of that ‘Eternal Deity’ is beyond the grasp of any living being or any scientific instrument. It is, nevertheless, conveniently misunderstood that these natural calamities are invariably some sort of punishment or revenge being sought by Allah on the ‘unbelieving folk’ – God’s wrath! A meticulous and dispassionate study of religious texts immediately dispels that flawed notion indoctrinated by our liberal-secular Intelligentsia. Natural calamities, as mentioned in various places of the Qur’an, can take place due to numerous reasons, with the wrath of Allah being just one of those. These catalysts are employed from time to time in order to:

1- Put humanity at large to a trial (test) in order to judge who behaves in what manner.

2- Free the oppressed from the oppressor(s).

3- Create, rather, remind people of the fragility of life in this world.

4- Give a wake-up call to everyone who would listen that there must be higher aims for humans in this world than spending days and nights living as cattle.

5- Purge the sins of those martyred in such calamities and ensure them of lofty ranks in the Hereafter.

6- Increase the ranks of those volunteers who help the people afflicted by these calamities.

7- Provide food for thought for those charged with the responsibility of running the state of affairs of a country and those responsible for managing disasters to learn from their mistakes and make as fool proof plans as humanly possible to avoid disaster at a massive scale in the future.

8- Keep institutions responsible for scientifically anticipating such calamities in the future on their toes and encourage them to devise more accurate methods of antedating.

It would only be fair to conclude from the above-mentioned reasons of calamities extracted from the Holy texts that using scientific knowledge and technological advancement in order to anticipate and manage such occurrences is more than just encouraged; it is made obligatory for those responsible for performing jobs in their respective positions. That said, the importance of warning people to mend ways and start following the straight path cannot be dismissed either.

رفقاء متوجه ہوں

ان شاء اللہ ’’جامع مسجد خدام القرآن والٹن سول سروسز اکیڈمی روڈ نزد ناصر میرج ہال لاہور‘‘ میں

29 نومبر تا 5 دسمبر 2015ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

☆ فرائض دینی کا جامع تصور (عبادتِ رب، شہادت علی الناس، اقامت دین)

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

’’مرکز تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور‘‘ میں

4 تا 6 دسمبر 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-4562037 / 042-35442290

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت:

(042)36316638-36366638